جلد نمبر
38

ابنِ صفی

جاسوسی دنیا

113- ریت کا دیوتا

114- سانپوں کا مسیحا

115- ٹھنڈا جہنم

116- عظیم حماقت

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 38

113	ریت کا دیوتا
114	سانپوں کا مسیحا
115	ٹھنڈا جہنم
116	عظیم حماقت

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلشر..........خالد سلطان
پرنٹر............یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 113

ریت کا دیوتا

(مکمل ناول)

پیشرس

''ریت کا دیوتا'' حاضر ہے۔ بار بار وعدہ کرنے کے باوجود بھی بہت دنوں سے جلد از جلد کوئی کتاب پیش کردینے کی توفیق مجھے نہیں ہو رہی اس سلسلے میں کوئی ''بہانہ'' بھی نہیں رکھتا۔ فلم کا چکر بھی ہمہ وقتی نہیں کہ اسی کا سہارا لے کر معذرت طلب کروں۔ پھر.....؟ وجہ؟

بس اللہ کی مرضی..... ہفتوں لکھنے کا موڈ نہیں بنتا۔ پھر اگر فریدی جیسے سنگلاخ کردار کا ناول ہو تو کیا کہنا..... ایک ایک سطر لکھ کر گھنٹوں بیٹھے سوچتے رہتے۔ ڈرتے رہئے کہ کہیں یہ حضرت اپنے مقام بلند سے ایک آدھ انچ نیچے نہ کھسک آئیں۔

بہرحال ''ریت کا دیوتا'' ملاحظہ فرمائیے..... کئی ماہ پہلے اس نام کا اعلان ہوا تھا۔ لہٰذا اس دوران میں میرے پڑھنے والوں نے اسی نام کی مناسبت سے بے شمار کہانیاں خود ہی ترتیب دے ڈالی ہوں گی اور جب یہ کہانی ان کی ترتیب دی ہوئی کہانی سے لگا نہ کھائے گی تو مجھ پر چڑھ دوڑیں گے۔ میرے ساتھ عموماً یہی ہوتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے میرے ایک دوست مجھ سے خواہ مخواہ معافی مانگنے لگے۔ میں نے پوچھا بھائی کس بات کی معافی..... کہنے لگے پہلے معاف کردو پھر بتاؤں گا..... میں نے کہا اچھا بابا معاف کیا۔ اب بتاؤ کیا بات ہے۔ بولے تمہیں یاد ہوگا جب تم نے ''تباہی کا خواب'' اور ''مہک شناسائی'' نامی کتب پیش کی تھیں تو میں نے تمہیں بہت بُرا بھلا کہا تھا۔ میں نے کہا ہاں مجھے یاد ہے۔ کہنے لگے بھائی ابھی پرسوں کی بات ہے پڑھنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ لائبریری گیا وہاں بھی کوئی نئی کتاب نہ مل سکی..... یہ دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں ہاتھ لگیں۔ میں نے کہا چلو یہی سہی۔ یقین کرو اب جو پڑھنا شروع کیا ہے تو مزہ آ گیا۔ اب سوچتا ہوں آخر پہلے کیوں مزہ نہیں آیا تھا۔ میں نے کہا سوچتے رہو۔ شائد خود ہی جواب بھی پالو۔

میرے ساتھ عموماً یہی ہوتا ہے۔ تخلیقی صلاحیت رکھنے والے ذہنوں نے ''ریت کا دیوتا'' کی کہانی اپنے طور پر ضرور ترتیب دے ڈالی ہوگی۔ مثلاً ایک پُراسرار قبیلہ..... جو ایک ایسے دیوتا کی پوجا کرتا تھا جو ریت کا دیوتا کہلاتا تھا۔ کوئی نامعقول اس دیوتا کا ایک کان کاٹ کر فرار ہوگیا۔ اب اس پُراسرار قبیلے کے کچھ افراد اس کی تلاش میں نکلتے ہیں اور پُراسرار واقعات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ بات فریدی تک پہنچتی ہے اور بالآخر..... وہ کان فریدی کے ہاتھ لگتا ہے۔ دراصل وہ کان نہیں تھا بلکہ ایک چھوٹی سی سب میرین تھی۔ یعنی سب میرین کا ماڈل جس کا نقشہ ڈھائی ہزار سال پہلے ایک حجام نے بنایا تھا۔

اگر میری کہانی کا پلاٹ اس سے مطابقت نہیں رکھتا تو مجھے لکھ بھیجیں گے۔ ناول نہایت ''پھس پھسا'' رہا۔ آخر آپ کے قلم کو زنگ کیوں لگتا جارہا ہے۔ میں صبر کرلوں گا اور منتظر رہوں گا کہ کچھ دن گزرنے کے بعد یہ ناول دوبارہ پڑھا جائے۔

میرے ساتھ زیادہ تر یہی ہوتا ہے۔ آپ کو میری کتاب ''پاگلوں کی انجمن'' بھی یاد ہوگی۔ اب اس کے سلسلے میں خطوط آرہے ہیں کہ کیا کتاب لکھ دی تھی آپ نے..... لیکن جب پہلے پہل شائع ہوئی تھی تو زیادہ تر دل توڑنے ہی والی باتیں سننے میں آئی تھیں۔

والسلام

ابنِ صفی

ڈاڑھی کا نقاب

جیسے جیسے سورج بلند ہو رہا تھا۔ سڑک نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی تھی۔ تیز ہوا اپنے ساتھ ریت کے ذرات اڑاتی حد نظر تک جاری وساری تھی۔ اس تسلسل میں پل بھر کا بھی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ریگستان کولتار کی اس شفاف اور چکنی سڑک کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہو۔ سناٹے کا یہ عالم تھا کہ گاڑی کے انجن کی مسلسل آواز بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ کیپٹن حمید محسوس کر رہا تھا جیسے وہ بھی اس بیکراں سناٹے کا ایک جزو بن کر رہ گئی ہو۔

حد نظر تک ریت ہی ریت۔ اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ پھر تپش کا کیا پوچھنا۔ حمید اپنی بیچارگی پر ٹھنڈی سانس تک نہیں لے سکتا تھا۔

یہی غنیمت تھا کہ روانگی سے قبل اس نے پانی کے کئی کین بھر کر ڈکے میں رکھ دیئے تھے ورنہ شاید یہ ریگستان ہی اس کے لئے میدان حشر بن جاتا۔

اس سفر کی وجہ؟

بعض اوقات ایسے واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو خواب بیداری معلوم ہونے لگتے ہیں۔ پانچ دن پہلے حمید تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اسے اس نوعیت کا کوئی سفر درپیش ہوگا۔ اچھا

بھلا آفس میں بیٹھا تھا کہ ڈی آئی جی کے آفس میں طلبی ہوئی۔ اس وقت فریدی موجود نہیں تھا۔ لیکن یہ طلبی فریدی کے عیوض نہیں تھی۔ وہ الجھن میں پڑ گیا تھا۔

ڈی آئی جی کے پرسنل اسسٹنٹ نے فوری طور پر آفس میں پہنچا دیا۔ سر کی جنبش سے ڈی آئی جی نے اسکے سلام کا جواب دے کر سامنے پڑی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

حمید بیٹھ گیا۔ ایک آدمی اور بھی موجود تھا۔ ڈی آئی جی نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ ''یہ کیپٹن حمید ہیں۔''

''اوہ.....!'' اجنبی اٹھتا ہوا بولا اور دونوں نے مصافحہ کیا؟

''میرا نام شاہد عزیز ہے.....!'' اجنبی نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''اور میرے ذمہ فی الحال یہ کام ہے کہ آپ کو ایک بُری خبر سناؤں۔''

''بُری خبر.....!'' حمید چونک پڑا۔

''میں ایڈووکیٹ ہوں اور آپکے ماموں کے قانونی مشیر کے فرائض انجام دیتا رہا ہوں۔''

''میرے ماموں.....!'' حمید کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

''چودھری شیر علی خان مرحوم.....!'' وکیل نے مغموم لہجے میں کہا۔

''شاید یہ نام بھی میرے لئے نیا ہے۔''

ڈی آئی جی نے وکیل کو گھور کر دیکھا۔ لیکن وکیل کے ہونٹوں پر ایک مغموم سی مسکراہٹ نظر آئی تھی۔

''جی ہاں.....!'' وہ سر ہلا کر بولا۔ ''ممکن ہے نام آپ کے لئے نیا ہو۔ لیکن وہ آپ کے ماموں تھے۔ میں آپ کو اُن کے انتقال کی خبر کے ساتھ وصیت نامہ دینے آیا ہوں۔''

حمید نے بے بسی سے ڈی آئی جی کی طرف دیکھا۔

''سوال یہ ہے مسٹر شاہد۔'' ڈی آئی جی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اگر کیپٹن حمید اپنے ماموں سے واقف.....!''

''یہ خاندانی معاملات ہیں جناب۔'' وکیل نے طویل سانس لی چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ''اسی دشواری کی بناء پر میں نے آپ کے توسط سے رابطہ قائم کیا ہے ورنہ شاید مجھے دشواری پیش آتی۔''

''دشواری تو بدستور قائم ہے؟''

''میرا خیال ہے کہ دشواری ختم ہوجائے گی۔'' وکیل نے کسی قدر تذبذب کے ساتھ کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر حمید سے بولا۔''آپ کو اس کا علم تو ہوگا ہی کہ آپ کے نانا کے دو بیویاں تھیں۔''

''رہی ہوں گی۔'' حمید نے جھنجھلا کر کہا۔''میرا اب کسی سے بھی کوئی تعلق نہیں!'' وہ دراصل الجھن میں پڑ گیا تھا۔نہیں چاہتا تھا کہ وہ پرانا قصہ یہاں ڈی آئی جی کے سامنے دہرایا جائے۔

''خاموشی سے سنو'' ڈی آئی جی نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ محسوس کررہا تھا کہ اس کے جواب سے ڈی آئی جی کی تجسس والی حس بیدار ہوگئی ہے اور اب ساری بات کھل کر رہے گی۔لہٰذا وہ تن بہ تقدیر ہو بیٹھا۔

''آپ کے نانا کی دو بیویاں تھی.....پہلی بیوی سے صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں جن میں سے ایک آپ کی والدہ ماجدہ.....!''

وکیل جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا اور حمید نے بے چینی سے پہلو بدلا۔اُٹھ کر بھاگ تو سکتا نہیں تھا۔

''تفصیل میں جانے سے کیا فائدہ'' وکیل کھنکار کر بولا۔''مجھے صرف ان کی دوسری بیوی سے متعلق گفتگو کرنی چاہئے۔''

''وہ بیوی نہیں داشتہ تھی۔'' حمید نے آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا۔

''مجھے گہرا صدمہ پہنچا کیپٹن حمید'' وکیل کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔''مرحوم کو صرف آپ سے بہتر توقعات تھیں۔ براہِ کرم اب کوئی نامناسب جملہ زبان سے نہ نکالئے گا۔ چودھری صاحب سے میرے دوستانہ تعلقات تھے۔یہ حقیقت ہے کہ چودھری صاحب کے لئے پہلی بیوی کی اولاد نے اسی قسم کا پروپیگنڈہ کیا تھا۔ان کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ والد کا انتقال ہوا تو وہ صرف اٹھارہ سال کے تھے۔میٹرک پاس کر چکے تھے۔بے حد حساس ہونے کی بناء پر وہ گھر چھوڑ گئے۔پھر انہوں نے کبھی کسی کو اطلاع نہ ہونے دی کہ وہ زندہ بھی ہیں یا مر گئے۔ چھ دن ہوئے پینسٹھ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا ہے۔ وہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں

اپنے اعزا کے احوال سے پوری طرح واقف ہوں لیکن اُن کے لئے میں مرکھپ چکا ہوں گا......اور کپتان صاحب !انہی کی زبانی مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آپ کے والدین اس معاملے میں بالکل الگ رہے تھے۔ انہوں نے اس پروپیگنڈے کی نہ تائید کی تھی اور نہ تردید کی تھی۔ آپ کو حیرت ہوگی کیپٹن ......کہ چودھری صاحب آپ کو بے حد چاہتے تھے۔ محض آپ کو دیکھنے کے لئے تین سو میل کا سفر طے کر کے یہاں آئے تھے اُن کی حویلی میں جگہ جگہ آپ کی تصویریں نظر آتی ہیں۔''

حمید حیرت سے یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے کی جھنجلاہٹ رفع ہو چکی تھی۔

''ہاں.....تو.....!'' وکیل نے بات جاری رکھی۔ ''انہوں نے آپ کو اپنا وارث قرار دیا ہے..... شادی نہیں کی تھی۔ لاولد مرے ہیں۔ لیکن کچھ خاندانوں کی کفالت کرتے تھے۔ از روئے وصیت آپ کو بھی ان کی کفالت کرنی پڑے گی۔ جائیداد بہت بڑی ہے۔''

''خداوندا..... میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا.....!'' حمید بڑبڑایا۔

''ٹھہرو.....!'' ڈی آئی جی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''تمہارے لئے تو سیدھی سی بات ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں میری وساطت کی ضرورت کیوں پیش آئی۔''

''ابھی عرض کرتا ہوں.....!'' وکیل نے اپنا بریف کیس کھولتے ہوئے کہا۔ اُس نے کچھ کاغذات نکالے اور ڈی آئی جی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''ملاحظہ فرمائیے۔''

ڈی آئی جی کاغذات دیکھنے لگا۔

کمرے کی بوجھل سی خاموشی میں حمید کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس نے اپنے ایسے ایک ماموں کا ذکر اپنی دونوں بڑی خالاؤں سے سنا تھا لیکن خود اس کے والدین اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو سے ہمیشہ پہلو بچاتے رہتے تھے۔

لیکن یہ وصیت نامہ! اور وکیل کا بیان.....اس کی الجھن بڑھتی رہی۔ بالآخر ڈی آئی جی کاغذات کو ایک طرف رکھتا ہوا بولا۔ ''ہاں وجہ صاف ہے.....دراصل اس وصیت نامے کے مطابق تم ایک شرط کے ساتھ مرحوم کے وارث قرار پائے ہو۔ شرط یہ ہے کہ تم دو ماہ تک ان کی کوٹھی میں مقیم رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو گے کہ ان کی سرپرستی میں زندگی بسر کرنے والے خاندان سے کس قسم کے تعلقات تھے۔ اُن خاندانوں کے افراد ان کے بارے میں کیا

رائے رکھتے تھے۔ یہ معاملہ میرے توسط سے اسی لئے تمہارے سامنے رکھا گیا ہے کہ تم وصیت نامے کی اس شرط کی پابندی پوری پوری دیانت داری سے کرو۔"

"جناب عالی!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔"میں اپنے خاندان والوں سے مشورہ کئے بغیر اس سلسلے میں کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

ڈی آئی جی نے وکیل کی طرف دیکھا۔

"ایسی کسی سچویشن کے لئے شیر علی خان کی زبانی ہدایت مجھے اچھی طرح یاد ہے۔" وکیل نے کہا۔"انہوں نے کہا تھا اگر کوئی ایسی صورت پیش آئے تو کیپٹن حمید کو چاہئے کہ صرف اپنے والدین سے مشورہ کریں اور کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہونے دیں اور اپنے والدین سے بھی درخواست کریں کہ یہ بات ان کی ذات سے آگے نہ بڑھنے پائے۔"

اُس وقت بات ختم ہوگئی تھی۔ وکیل نے حمید کو اپنا پتہ دیا تاکہ معاملات طے ہوجانے کے بعد وہ اس سے رابطہ قائم کرسکے۔

کاغذات وہ اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ وکیل کے چلے جانے کے بعد ڈی آئی جی نے مسکرا کر حمید کی طرف دیکھا۔

"مبارک ہو کیپٹن حمید.....لاکھوں کی جائیداد ہے۔"

"جناب! میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"تم اپنے والدین سے مشورہ کرو.....شرط پوری کرنے کے لئے تمہیں دو ماہ کی چھٹی مل جائے گی۔"

حمید نے ڈی آئی جی کا شکریہ ادا کیا تھا۔

واپسی پر فریدی سے ملاقات ہوئی۔ ظاہر ہے کہ حمید نے اسے بتانے میں دیر نہ لگائی ہوگی۔

"بہت اچھے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔"ڈی آئی جی اگر اس پرمسرت موقع پر تمہیں دو ماہ کی چھٹی دے سکتے ہیں تو کیا میں تین دن کی نہیں دے سکتا۔ جاؤ اور اپنے والدین سے مشورہ کرو۔"

"بس اتنا ہی کہنا ہے آپ کو.....!" حمید نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

''اور کیا چاہتے ہو.....!''

''کچھ بھی نہیں۔'' حمید کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

''اوہو.....اچھا.....!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''تم سمجھ رہے ہو شاید میں نے تمہیں کسی اندھی چال پر لگادینے کا پروگرام مرتب کیا ہے؟''

''کیا میں ایسا سمجھنے میں حق بجانب نہیں ہوسکتا جناب کرنل صاحب۔''

''دیکھو فرزند..... یہ بات میں نے اسی لئے چھیڑی ہے کہ تم اس طرف سے مطمئن ہو جاؤ۔ مجھے اعتراف ہے کہ کئی بار میں نے تمہیں ہراول دستے کی حیثیت دی ہے۔ لیکن اس معاملے میں جتنے لاعلم تم ہو اس سے کہیں زیادہ میں خود ہوں۔ مثال کے طور پر مجھے پہلی بار معلوم ہوا ہے کہ تمہارا کوئی ماموں بھی تھا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اب اس کے ماموں کی حیثیت زیر بحث آئے اس لئے وہ ''تین دن کی چھٹی'' پر فریدی کا بھی شکریہ ادا کر کے دفتر سے نکل بھاگا تھا۔

بہر حال اُسے اس مسئلے پر اپنے خاندان والوں سے گفتگو کرنی تھی۔ تین دن کے لئے شہر چھوڑنا پڑا۔

شاید پورے پانچ سال بعد وہ اپنے خاندان والوں میں پہنچا تھا۔ انہیں حیرت بھی ہوئی تھی اور مسرت بھی، لیکن جب اس نے اپنے والدین کے سامنے شیر علی خان کا ذکر چھیڑا تو دونوں گم سم نظر آنے لگے۔

''میں حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں؟'' حمید نے کہا۔

''آخر تمہیں اچانک اس ذکر کی کیوں سوجھی۔'' باپ بولا۔

''بس یونہی۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ اپنی ماں سے پوچھو۔''

ماں نے چپ سادھ رکھی تھی۔ حمید بضد ہوا تو اُٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

باپ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ''شیر علی تمہاری والدہ کا سوتیلا بھائی تھا۔ اس کی ماں داشتہ نہیں منکوحہ تھی۔ یہ سب کچھ محض اس لئے ہوگیا کہ وہ ایک غریب خاندان کی لڑکی تھی۔ شیر علی کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں تھا۔ تمہاری ماں اپنی بڑی بہنوں سے بہت ڈرتی تھیں

اس لئے وہ اس معاملے میں داخل اندازی نہ کر سکیں۔''

''آپ کیوں خاموش رہے تھے۔'' حمید کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔

''مجھے ان لوگوں کے خاندانی معاملات سے کوئی سروکار نہ تھا۔''

''لیکن شیر علی خاں کے حصے کی جائیداد سے تو سروکار لازمی ٹھہرا ہوگا۔'' حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''بکواس مت کرو جو کچھ بھی ہے تمہاری ماں کا ہے۔ میرے پاس میری اپنی جائیداد کم نہیں تھی۔'' باپ کو بھی غصہ آ گیا۔

حمید نے پھر اس مسئلے پر کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ کسی کو بھی نہ معلوم ہوسکا کہ اس نے شیر علی خان کا ذکر کیوں چھیڑا تھا۔

وہاں سے واپسی پر وکیل سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔

''مجھے خوشی ہے کیپٹن کہ آپ مطمئن ہوگئے۔'' وکیل نے کاغذات اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا۔

''اب مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' حمید نے پوچھا۔

''سعد آباد جایئے..... اور دو ماہ تک وہیں قیام کیجئے۔ آپ وہاں پہنچ کر بے حد خوش ہوں گے پورے نخلستان پر آپ کو اپنی حکومت نظر آئے گی۔ آپ دیکھیں گے شیر علی خان کیسے باہمت تھے۔ ریگستان کے اس ٹکڑے کو انہوں نے کس طرح گلزار بنایا تھا۔ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔''

''ایک بڑی دشواری ہے۔'' حمید بولا۔

''غالباً آپ یہ کہیں گے کہ سعد آباد کسی ریلوے لائن پر نہیں ہے۔''

''جی ہاں.....!''

''آپ کار سے سفر کر سکتے ہیں۔''

''ہوں..... خیر..... دیکھوں گا۔'' حمید نے کہا تھا اور یہ مرحلہ بھی طے ہوگیا تھا۔ پھر روانگی سے قبل فریدی نے اس سے کہا تھا ''کسی دن تم سے ملنے ضرور آؤں گا۔''

''میری خواہش تو تھی کہ آپ دو ماہ تک مجھ حقیر پر تقصیر کے مہمان رہتے۔''

''بہت بہت شکریہ جاگیردار صاحب! لیکن میں بہت مصروف ہوں۔'' اس وقت ساری باتیں ایک ایک کر کے اسے یاد آ رہی تھیں اور یہ ریگستان اُسے کھائے جا رہا تھا۔ ابھی ایک سو سے زائد میل طے کرنے تھے۔ دراصل اسے منہ اندھیرے سفر شروع کرنا چاہئے تھا۔ فریدی نے بھی یہی مشورہ دیا تھا لیکن وہ دن چڑھے تک سوتا رہ گیا تھا۔

بہرحال اب اس غلطی کی سزا بھگتنی ہی تھی۔

ہر لحظہ تپش میں اضافہ محسوس ہو رہا تھا۔ پانی کے دو چھوٹے چھوٹے کین اب تک خالی ہو چکے تھے لیکن پیاس تھی کہ کسی طرح بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔

دو سو تیسویں میل پر بائیں جانب ایک چھوٹا سا نخلستان دکھائی دیا اور حمید نے گاڑی روک دی۔ اس کے اندازے کے مطابق نخلستان کا فاصلہ سڑک سے دو ڈھائی فرلانگ ضرور رہا ہوگا۔

لیکن گاڑی سمیت وہاں تک پہنچنے کی کوشش خطرے سے خالی نہ ہوتی۔ گاڑی سڑک پر بھی نہیں چھوڑی جا سکتی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا اگر کسی طرح اس نخلستان میں دن گذار دیا جائے تو بقیہ ستر میل شام کو بہ آسانی طے کئے جا سکیں گے۔

دفعتاً ایک جیپ سامنے سے آتی دکھائی دی۔ پھر اس کی گاڑی کے قریب پہنچ کر اس کے بریک چرچرائے تھے۔

''کیوں! بھائی کوئی پریشانی۔'' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے حمید کو مخاطب کیا۔

''نہیں.....شکریہ۔'' حمید نے لاپروائی سے جواب دیا۔

لیکن وہ جیپ کو آگے بڑھانے کی بجائے اُتر کر حمید کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''کیا.....ادھر جانے کا ارادہ ہے۔'' اس نے نخلستان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''ارادہ.....تو تھا.....لیکن.....!'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ یہ آدمی کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

گھیر دار شلوار اور قمیض پر کوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر بڑی سی پگڑی تھی۔ گھنی ڈاڑھی اور مونچھوں میں چہرہ نصف سے زیادہ چھپ گیا تھا۔ لیکن آواز؟

آواز بالکل عورتوں کی سی تھی اور پھر قریب سے دیکھنے پر حمید نے دوسری ہی نظر میں

اندازہ کرلیا کہ ڈاڑھی مونچھیں اصلی نہیں ہوسکتیں۔ اس نے طویل سانس لے کر جملہ پورا کیا۔ ''لیکن مجھے علم نہیں کہ گاڑی بحفاظت کدھر سے لے جاسکوں گا۔''

''اوہو.... میرے پیچھے آئیے... میں بتاؤں گا۔'' وہ اپنی جیپ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

حمید نے جیپ کے پیچھے اپنی گاڑی موڑی تھی۔ اب تو وہ اسے نظر انداز کرہی نہیں سکتا تھا کیونکہ ڈاڑھی میں بھی اس کی آنکھیں بہت خوبصورت لگی تھیں۔ کچھ دور چل کر جیپ دائیں جانب ریت میں اُتر گئی اور حمید اپنی گاڑی جیپ کے ٹائروں کے نشانات پر چلانے کی کوشش کرتا رہا۔

پھر کھجوروں کے جھنڈ میں داخل ہوتے وقت اس نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔

راہبر نے دفعتاً اپنی جیپ روک دی۔ وہ ابھی بستی میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ جیپ سے اُتر کر وہ پھر حمید کے پاس پہنچا۔

''کس کے گھر جائیں گے آپ۔'' اس نے پوچھا۔

''کسی کے بھی نہیں۔ یہاں سایہ ہے۔ گاڑی میں لیٹ کر سو جاؤں گا۔''

''جانا کہاں ہے؟''

''سعد آباد.....!''

''اوہو..... وہاں کس کے پاس جائیں گے۔''

''کسی خاص آدمی کے پاس نہیں۔ سرکاری کام ہے۔''

''اوہ تو آپ کس قسم کے سرکاری ہیں۔''

''زمینوں کا سروے کرتا ہوں۔''

''آپ یہاں تکلیف اٹھائیں گے جناب..... اچھا چلئے میرے گھر چلئے..... دوپہر وہاں آرام سے گزاریئے گا۔''

''آپ کی تعریف.....!'' حمید نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''فی الحال شاہد فاروقی۔''

''فی الحال نام ہی کا حصہ ہے؟'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''جی نہیں۔'' وہ ہنس پڑا اور پھر بولا۔ ''گھر پہنچ کر شاہدہ فاروقی ہو جاؤں گی۔''

''میں بالکل نہیں سمجھا۔'' حمید نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''میں لڑکی ہوں۔''

''اگر لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں تو مجھے ڈوب مرنا چاہئے۔'' حمید نے اس کے چہرے کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

''یہ... یہ.....تو برقعہ ہے میرا.....!'' اس نے ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

حمید خاموشی سے اسے گھورے جا رہا تھا۔ قہقہہ روک کر اس نے کہا۔ ''پردے کا یہی مقصد تو ہوتا ہے نا کہ عورت نامحرموں کی ہوس ناک نظروں سے محفوظ رہے۔''

''غالباً.....!'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''غالباً نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے.....اتفاقاً آپ کی نظر مجھ پر پڑ جائے تو پڑ جائے لیکن خاص طور پر آپ مجھے دیکھنا گوارہ نہ کریں گے۔''

''میں عرصہ سے کسی ڈاڑھی دار لڑکی کی تلاش میں ہوں۔''

''کیا آپ یہیں کھڑے باتیں بناتے رہیں گے جناب۔''

''تو پھر کیا کروں.....؟''

''میں نے عرض کیا تھا میرے گھر چلئے۔''

''سوال تو یہ ہے کہ آپ میرے سامنے بے پردہ کیوں ہوگئیں؟''

''آپ جیسی صورت والے مجھے محرم ہی لگتے ہیں۔''

''شکر ہے کہ میں اپنا بکرا ساتھ نہیں لایا۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''کیا مطلب.....؟''

''مجھے اور زیادہ مغموم ہونا پڑتا.....چلئے.....آپ کا گھر بھی دیکھ لوں۔''

جیپ پھر اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی۔ حمید اس کے پیچھے جانے پر مجبور تھا۔ ایسی باپردہ لڑکیاں ساری دنیا میں کہیں اور نہ پائی جاتی ہوں گی۔ کسی سازش کا امکان بھی تھا لیکن وہ حمید ہی کیا جسے غیر معمولی قسم کی لڑکیاں پاگل بنا کر نہ رکھ دیں۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یہ دعوت ہرگز قبول نہ کرتا۔

یہ بات کتنی عجیب تھی کہ اس نے خود ہی اپنا راز ظاہر بھی کر دیا تھا۔ اگر وہ فطرتاً ایسی ہی

سچ بولنے والی تھی تو اس میک اپ کا کیا مقصد ہوسکتا تھا۔

حمید کی گاڑی جیپ کے پیچھے چلتی ہوئی ایک پختہ عمارت کے قریب پہنچی جس کے تین اطراف میں دور تک چھوٹے چھوٹے مکان اور جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے۔

وہ جیپ سے اُتری اور حمید کو گاڑی ہی میں بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے عمارت کے اندر چلی گئی۔ یہ بستی کے سب سے متمول آدمی کی رہائش گاہ معلوم ہوتی تھی۔

کچھ دیر بعد دو آدمی عمارت سے برآمد ہوئے۔ ظاہری حالت سے ملازم ہی معلوم ہوتے تھے۔

''چلئے جناب؟'' ایک بولا۔

''آپ کا سامان جناب۔'' دوسرے نے سوال کیا۔

''سامان کی فکر نہ کرو.....!'' حمید گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ ''چلو۔''

وہ دونوں اسے ایک ایسے کمرے میں لائے جس کی آرائش پر کم ازکم پچاس ہزار روپے ضرور صرف ہوئے ہوں گے۔ ملازمین اسے تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ریگستان کی اس جنت کو دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک خوش لباس ادھیڑ عورت ہاتھوں پر کسی مشروب کی کشتی اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔

مشروب بڑے ادب سے حمید کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ لیکن جب اس نے گلاس ہاتھ میں لیا تو وہ عورت بول پڑی۔

''ٹھہریئے جناب! ابھی نہ پیجئے۔''

حمید نے گلاس میز پر رکھ دیا اور اسے جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔ عورت اُسی صراحی سے دوسرا گلاس لبریز کر کے ایک ہی سانس میں خود پی گئی۔

حمید ہنس پڑا۔

''ہنسی کا سبب جناب عالی!'' عورت نے بڑے ادب سے پوچھا۔

''اس طرح تم مجھے اطمینان دلانا چاہتی تھیں کہ اس مشروب میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔''

''جی ہاں! مجھے خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ آپ کو اطمینان دلا دوں۔''

''لیکن میں اب بھی مطمئن نہیں ہوں۔'' حمید نے اپنے گلاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''اس گلاس کی تہہ میں پوٹاشیم سائنائیڈ کے چند ذرے جو پہلے سے موجود رہے ہوں میرا کام تمام کر سکتے ہیں۔''

عورت کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔ پھر سنبھالا لے کر بولی۔''میں آپ کی اس دشواری کی اطلاع دے کر ابھی حاضر ہوتی ہوں۔''

وہ چلی گئی تھی اور حمید میز پر رکھے ہوئے گلاس کو گھورتا رہا تھا۔

دس منٹ گزر گئے لیکن وہ عورت واپس نہ آئی۔ چاروں طرف گہری خاموشی تھی۔ دفعتاً حمید نے محسوس کیا جیسے اب اس عمارت میں اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔ چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اٹھو اور باہر نکل جاؤ۔

پھر وہ اُٹھ ہی رہا تھا کہ بیرونی دروازے سے دو آدمی اندر داخل ہوئے اور اسے دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ ان میں سے ایک نے جو پہلے آدمی سے کسی قدر پیچھے تھا بڑی پھرتی سے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

پہلے آدمی نے ڈپٹ کر پوچھا۔''تم یہاں کیسے داخل ہوئے؟''

''محترم.....محترم.....!'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔''زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں۔ میں یہاں لایا گیا ہوں خود سے نہیں آیا۔''

''کون لایا ہے؟''

''محترمہ شاہدہ فاروقی۔''

''بکواس مت کرو.....تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔''

''میں تنہا ہوں.....کیا تم نے میری گاڑی باہر نہیں دیکھی۔''

''تم نے قفل توڑ کر اندر داخل ہونے کی جرأت کیسے کی.....اگر مسافر تھے تو برآمدے میں بھی ٹھہر سکتے تھے۔''

''میں یہاں لایا گیا ہوں.....اس گھر کی وہ لڑکی لائی ہے جو مردوں کے بھیس میں رہتی ہے۔ اس نے اپنا نام شاہدہ فاروقی بتایا تھا۔''

''یہاں کوئی لڑکی نہیں ہے۔'' وہ آدمی حمید کو گھورتا ہوا بولا۔''اور یہ حویلی پچھلے پندرہ دن

سے مقفل رہی ہے۔ میں اس کا مالک ہوں۔''

پُراسرار وکیل

حمید نے طویل سانس لی اور بولا۔'' کیا میری گاڑی کے آگے جیپ موجود نہیں ہے۔''

''ہے..... تمہاری جیپ.....لیکن وہ تمہاری گاڑی کے پیچھے ہے۔''

''اوہو.....تو یقینا کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔لیکن کیا باہر کسی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔''

''کیوں نہیں پہنچ سکتی۔''

''اچھی بات ہے تو پھر مجھے باہر جا کر حالات کی نوعیت کو سمجھنا پڑے گا۔'' حمید بولا۔

''ہرگز نہیں۔'' ریوالور والا بولا۔''تم یہاں سے ہل بھی نہیں سکتے۔''

پھر اس نے پہلے آدمی سے کہا۔'' آپ اندر جا کر دیکھئے میں اسے سنبھالے ہوئے ہوں۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو.....!'' اس نے سر ہلا کر کہا اور سامنے والے دروازے میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

دوسرا آدمی حمید پر ریوالور تانے کھڑا تھا۔

حمید نے اس سے پوچھا۔'' آپ کی جیپ کا میک اور رنگ کیا ہے۔''

''ٹویوٹا.....گرین۔''

''لیکن اس لڑکی کی جیپ خاکی رنگ کی تھی اور ٹویوٹا بہر حال نہیں تھی۔''

''تم یقیناً ٹھگوں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔'' ریوالور والا غرایا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ پہلا آدمی واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔دوسرے ہی لمحے میں وہ حمید پر جھپٹ پڑا۔ ساتھ ہی وہ چیخے جا رہا تھا۔''اسے پکڑو..... بھاگنے نہ پائے۔اس نے کسی کو قتل کر دیا ہے۔لاش اندر پڑی ہے۔''

ریوالور والے نے ریوالور صوفے پر ڈال دیا اور خود بھی حمید سے لپٹ پڑا۔

وہ دونوں شاید لڑاکے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اس لئے حمید بہ آسانی ان کی گرفت سے نکل گیا اور پھر قبل اس کے کہ اُن میں سے کوئی صوفے پر پڑے ہوئے ریوالور کو اٹھا سکتا اُس نے اس پر قبضہ کرلیا۔

''جہاں ہو وہیں ٹھہرو۔'' حمید نے انہیں کور کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

دونوں نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

''اب بتاؤ کس کی لاش کہاں پڑی ہے۔''

دونوں میں سے کوئی کچھ نہ بولا۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''چلو..... مجھے دکھاؤ لاش کہاں ہے۔'' حمید نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔'' دروازے کی طرف مڑو اور چل پڑو۔''

''انہوں نے بے چوں و چرا تعمیل کی تھی۔''

کئی کمروں سے گزرنے کے بعد وہ کچن میں پہنچے اور یہاں سچ مچ ایک لاش پڑی نظر آئی۔ کٹی ہوئی گردن سے خون بہہ بہہ کر چاروں طرف پھیل گیا تھا۔

''یہ کون ہے؟'' حمید نے انہیں گھور کر پوچھا۔

''تم بتاؤ..... ہم تو نہیں جانتے لیکن آخر اس کھیل کے لئے میرا گھر کیوں منتخب کیا گیا۔ میں تو تمہیں بھی نہیں جانتا۔''

مقتول ایک لحیم شحیم آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ لباس سے ذی حیثیت معلوم ہوتا تھا۔

حمید نے لاش سے نظر ہٹا کر مالک مکان کی طرف دیکھا۔

''کھیل سے کیا مراد ہے؟'' اس نے چبھتے ہوئے لہجہ میں سوال کیا۔

''پھر یہ کیا ہے؟ پندرہ دن سے حویلی مقفل تھی۔ میں یہاں نہیں تھا۔''

''تم کہاں تھے؟''

''تم آخر ہو کون؟'' مالک مکان کو پھر غصہ آ گیا۔

دفعتاً دوسرا آدمی بولا۔'' صاحب! ذرا انہیں غور سے دیکھئے..... صورت کچھ جانی پہچانی

سی لگتی ہے۔''

''ہاں..... میں بھی یہی سوچ رہا تھا؟'' مالک مکان نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔

''مم..... میرا خیال ہے کہ ہم ان کی تصویریں دیکھتے رہے ہیں۔''

''اوہو.....!'' مالک مکان اچھل پڑا۔ حمید کو غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

''بلاشبہ وہی! میں نے پہچان لیا ہے۔''

اس بار اُس کے لہجے میں جوش مسرت کی جھلکیاں ملی تھیں۔

''ہوں.....!'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔ ''تو میں کون ہوں؟''

''اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ سعد آباد کے شیر علی خان کے بھانجے ہیں۔''

حمید اسے پہلے ہی کے سے انداز میں گھورتا رہا۔

''وہ میرے گہرے دوستوں میں سے تھے۔'' مالک مکان پھر بولا۔ ''میرا نام شمشاد ہے۔ یہ علاقہ بھی آپ اپنا ہی سمجھئے۔ لیکن میرے خدا یہ سب کیا ہے۔''

حمید نے ریوالور والا ہاتھ نیچے گرا دیا۔

''مم..... مگر یہ لاش.....!'' دوسرا آدمی ہکلایا۔

''تم دونوں نے جس طرح مجھے پہچانا ہے اسی طرح اس کو بھی پہچاننے کی کوشش کرو۔''

''بالکل اجنبی..... یقین کیجئے۔'' شمشاد نے کہا۔

''آپ شیر علی خان کے دوست ہوں گے۔ لیکن شائد ہم پہلے کبھی نہیں ملے۔''

''ان کی حویلی میں شائد ہی کوئی ایسا کمرہ ہو جہاں آپ کی تصویر موجود نہ ہو۔''

''کیا اس حویلی کی نگرانی کے لئے بھی آپ نے کوئی آدمی نہیں رکھا۔''

''قطعی غیر ضروری ہے۔ یہاں کون ہے، جو ادھر آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ میں پورے علاقے کا مالک ہوں۔''

''کیا یہاں بالکل تنہا رہتے ہیں۔''

''نہیں..... میرا خاندان گرمیاں پہاڑ پر گزارتا ہے۔''

''آپ ان دنوں کہاں تھے؟''

''سعد آباد میں..... وہاں بھی میرا ایک مکان ہے۔''

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر انہیں اپنے یہاں تک پہنچنے کا واقعہ بالتفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ ''مجھے سو فیصد یقین ہے کہ وہ عورت ہی تھی۔''

''آپ تو مجھے الف لیلیٰ کی کوئی داستان سنا رہے ہیں جناب۔'' شمشاد نے اسے بے اعتباری سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ مجھے کوئی غیر ذمہ دار آدمی سمجھتے ہیں۔'' حمید نے اُسے پھر گھور کر دیکھا۔

''تو پھر کیا کہوں اس کہانی پر۔''

''آپ اپنے بچاؤ کی فکر کیجئے جناب۔'' حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''یہ کہانی آپ کا جی بہلانے کے لئے نہیں سنائی گئی تھی۔ آپ کو اس لاش کے سلسلے میں جواب دہی کرنی ہے۔ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر کو دھوکے سے لایا گیا تھا۔''

''کک.....کون..... پولیس آفیسر.....!'' شمشاد ہکلایا۔

حمید نے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

کارڈ پر نظر پڑتے ہی شمشاد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے حمید کی طرف دیکھا اور تھوک نگل کر رہ گیا۔

''تب تو.....کیا آپ شیر علی خاں کے بھانجے نہیں ہیں۔''

''میں نے اس سے کب انکار کیا ہے؟''

''میرے خدا.....؟'' وہ طویل سانس لے کر بولا۔ ''میری مشکل حل ہوگئی۔''

''آپ کا بھانجا نہیں ہوں۔'' حمید نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

''آپ غلط سمجھے..... میں آپ سے کسی رعایت کا طلب گار نہیں۔ جو کارروائی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن اب میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ شیر علی مرحوم معمولی حالات میں نہیں مرے اور شائد میں بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہونے والا ہوں۔''

حمید نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''میں پوری عمارت کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔''

''ضرور.....ضرور.....!'' شمشاد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اس میں پندرہ منٹ صرف ہوئے تھے اور عمارت کا عقبی دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔

حمید ان دونوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ لہٰذا اُن میں سے کسی کو عمارت ہی میں چھوڑنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے انہیں بھی عقبی دروازے سے باہر نکال لے گیا۔

عمارت کی پشت پر حدِ نظر تک ویرانی ہی ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔

دفعتاً شمشاد کا ساتھی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''وہ رہے گاڑی کے نشانات، ادھر کوئی گاڑی آئی تھی۔''

''ہم دیکھیں گے.....ضرور دیکھیں گے۔'' شمشاد مضطربانہ لہجے میں بولا۔

''واپس چلئے۔'' حمید نے سپاٹ آواز میں کہا۔

وہ پھر اندر آئے اور نشست کے کمرے سے گزرتے ہوئے برآمدے میں پہنچے۔ حمید کی گاڑی جہاں تھی وہیں نظر آئی اور اسکے پیچھے والی جیپ بہرحال پہلی جیپ سے مختلف تھی۔

گاڑیوں کے قریب پہنچ کر حمید نے کہا۔ ''جیپ یہاں سے اسٹارٹ کئے بغیر عمارت کی پشت پر لے جائی گئی ہوگی، ورنہ میں آواز ضرور سنتا۔''

''جی ہاں.....یہی ہوسکتا ہے۔'' شمشاد پُرتفکر لہجے میں بولا۔

جیپ کے نشانات پر چلتے ہوئے ایک بار پھر وہ عمارت کی پشت پر پہنچ گئے۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ دونوں بھی اس کے لئے اجنبی تھے۔ عمارت کے اندر ایک لاش موجود تھی اور فرار ہوجانے والوں کی جیپ کے نشانات بار بار دعوتِ عمل دے رہے تھے۔ خود شمشاد نے کچھ دیر پہلے جیپ کے نشانات پر دوڑ لگانے کی تجویز پیش کی تھی لیکن کیا یہ مناسب ہوتا کہ وہ اُس لاش کو دو مشتبہ آدمیوں کی تحویل میں دے کر خود اس لڑکی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔ وہ سوچتا رہا اور پھر یہ فیصلہ کیا کہ شمشاد کو اپنے ساتھ رکھے اور دوسرے آدمی پر لاش کی نگرانی کی ذمہ داری عائد کر کے وہیں چھوڑ جائے۔ کچھ دیر بعد شمشاد اس کے برابر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔ ''نشانات ابھی واضح نظر آ رہے ہیں لیکن کچھ دیر بعد یہ اڑنے والی ریت میں دفن ہوجائیں گے۔''

''ہوسکتا ہے.....کچھ دور چلنے کے بعد ہی سلسلہ منقطع ہوجائے۔''

''جی ہاں یہ بھی ممکن ہے.....لیکن میں جانتا ہوں کہ اس طرف جانے والے کہاں تک جاسکتے ہیں۔''

''آپ نے کہا تھا کہ شیر علی خان صاحب کی موت معمولی حالات میں نہیں ہوئی۔ اس کا کیا مطلب تھا۔''

''میں دراصل اسی لئے ایک ہفتے سے سعد آباد میں مقیم تھا کہ حقیقت معلوم کرسکوں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں اپنی موت کا علم پہلے سے ہوگیا تھا۔''

''آخر کس بناء پر آپ نے یہ رائے قائم کی ہے۔''

''جس وقت انہوں نے آپکے حق میں وصیت نامہ مرتب کیا تھا۔ میں بھی موجود تھا۔'' وصیت نامہ مرتب کرنے کے تین دن بعد مجھے اطلاع ملی کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ تجہیز و تکفین میں میری شرکت نہیں ہوسکی تھی۔''

''کیا وہ بیمار تھے۔''

''ہرگز نہیں..... کسی مستقل مرض میں بھی مبتلا نہیں تھے۔''

''کیا انہوں نے کبھی زندگی سے مایوسی کا بھی اظہار کیا تھا۔''

''کبھی نہیں! بے حد زندہ دل آدمی تھے۔ کسی کو مغموم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیکن آپ اس پر تو غور کیجئے کہ کوئی تندرست آدمی اچانک وصیت نامہ مرتب کرنے بیٹھے اور تین دن بعد مرجائے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ جیپ آگے بڑھتی رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔''اپنے وکیل شاہد عزیز سے ان کے تعلقات محض کاروباری تھے یا کچھ اور بھی۔''

''دونوں بہت اچھے دوست بھی تھے۔'' شمشاد نے جواب دیا۔

''چودھری صاحب کی تجہیز و تکفین میں کن لوگوں نے حصہ لیا تھا۔ کیا شاہد عزیز موجود تھا اس وقت۔''

''اس سلسلے میں آپ پوری معلومات چودھری صاحب کے خصوصی ملازم دلاور سے حاصل کرسکیں گے۔''

حمید نے دفعتاً جیپ روک دی کیونکہ یہاں دوسری گاڑی کے نشانات معدوم ہوکر رہ گئے تھے۔

''چلتے رہئے..... ان اطراف میں صرف ایک جگہ ایسی ہے جہاں وہ جاسکتے ہیں۔''

شمشاد نے کہا۔ ''اس کے علاوہ دور دور تک ریگزار کے علاوہ اور کچھ نہیں۔''

''جو لوگ اتنے چالاک ہوں وہ اس طرح اپنا سراغ نہیں چھوڑیں گے کہ آپ ان تک بہ آسانی پہنچ سکیں۔ ہوسکتا ہے..... یہاں سے وہ پھر پختہ سڑک کی طرف مڑ گئے ہوں۔''

''اوہ..... میں نے تو اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔''

''میرا خیال ہے کہ ہمیں اس بھاگ دوڑ سے باز رہنا چاہئے..... ویسے اس علاقہ کا پولیس اسٹیشن کہاں ہے۔''

''اس کے لئے ہمیں سڑک ہی کی طرف واپس چلنا پڑے گا۔ جہاں سے آپ بستی کی طرف مڑے ہوں گے وہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔''

''سعد آباد کی سمت۔''

''جی ہاں۔''

جیپ وہاں سے پھر واپس ہوئی تھی۔ شمشاد کی حویلی کے قریب پہنچے تو اس کے ایک حصے سے دھوئیں کے کثیف مرغولے اٹھتے ہوئے دکھائی دیتے۔

''ارے..... یہ..... کیا ہوا.....!'' شمشاد کہتا ہوا جیپ سے کودا اور عمارت کی طرف دوڑنے لگا۔

عمارت کے گرد بستی کے لوگ جمع تھے۔ شمشاد اور حمید آگے پیچھے عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ کچن میں جہاں انہوں نے لاش دیکھی تھی آگ لگی نظر آئی۔ بستی کے لوگ بالٹیوں میں پانی لئے آگ بجھانے کی کوشش کررہے تھے۔

کچن کے سامنے شمشاد کا ساتھی فرش پر اوندھا پڑا تھا۔ شمشاد اس کی طرف جھپٹا۔

''عاقل خان..... عاقل خان.....!'' وہ اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آواز دے رہا تھا۔

عاقل خان پر بے ہوشی طاری تھی اور بے ہوشی کا سبب غالباً سر کی چوٹ بنی تھی جس سے خون بہہ بہہ کر فرش پر پھیل گیا تھا۔

بستی والوں سے صرف اتنا معلوم ہوسکا تھا کہ انہوں نے عمارت سے اچانک دھواں اٹھتے دیکھا تھا اور ادھر دوڑ آئے تھے۔ عاقل خان انہیں اسی حالت میں بے ہوش پڑا ملا تھا۔

حمید نے پٹرول کی بو پہلے ہی محسوس کرلی تھی اور دوڑ کر اپنی گاڑی کی طرف گیا تھا اور

اس پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ فالتو پٹرول کے ٹن غائب ہیں۔ ٹائروں کی ہوا بھی کسی نے نکال دی تھی۔

بہرحال آگ پر قابو پالئے جانے کے بعد حمید کچن میں داخل ہوا۔ لاش مسخ ہوکر ناقابل شناخت ہوچکی تھی۔ آگ لگانے کا مقصد بھی شاید یہی تھا کہ لاش جل کر شناخت کے قابل نہ رہے۔

عاقل خان ہوش میں آنے کے بعد یہ نہ بتا سکا کہ اس پر پیچھے سے کس نے حملہ کیا تھا۔

چار بجے کے قریب حمید اس علاقے کے پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کرسکا تھا۔

اس نے اپنی رپورٹ درج کرائی اور شمشاد سمیت اس کی جیپ سے شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ عمارت اور اپنی گاڑی کی نگرانی کے لئے دو مسلح سپاہی متعین کرادیئے تھے۔

شہر پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی۔ فریدی گھر ہی پر موجود تھا۔ حمید کی واپسی پر اس نے حیرت ظاہر کی تھی، لیکن جب اس کی کہانی سنی تو طویل سانس لے کر بولا۔ ''تمہارا مقدر.....!''

اور پھر شمشاد کو گھورنے لگا تھا۔ شمشاد گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''سچی بات..... شمشاد صاحب؟'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''م..... میں نے جو کچھ بتایا ہے..... اس میں شمہ برابر بھی جھوٹ نہیں۔''

''اچھا تو پھر سعد آباد میں اپنی مصروفیات کے بارے میں بتایئے۔''

''کک..... کچھ بھی نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ میں شیر علی مرحوم کے بارے میں لوگوں سے پوچھ گچھ کررہا تھا۔''

''وجہ.....؟''

''پہلے ہی بتا چکا ہوں..... قدرتی بات ہے کوئی اچھا بھلا شخص وصیت نامہ مرتب کرنے کے تین دن بعد مرجائے تو..... کیا کہیں گے۔''

''اوہو..... آپ غالباً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس کے حق میں وصیت نامہ مرتب کیا گیا تھا اس نے جلد از جلد جائیداد حاصل کرنے کے لئے۔''

''نن..... نہیں جناب۔'' شمشاد نے ہاتھ اٹھا کر احتجاجاً کہا۔ ''میں تت..... تصور بھی نہیں کرسکتا.....! ہرگز نہیں..... خدا کی پناہ..... شیر علی مرحوم نے کبھی یہ بات ظاہر نہیں کی تھی کہ

ان کا وارث کوئی پولیس آفیسر ہے۔''

''اسی لئے میں سچی بات جاننا چاہتا ہوں۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''جو کچھ میں پہلے کہہ چکا ہوں اس کے علاوہ اور کوئی بات میرے علم میں نہیں ہے۔''

''کوئی اور ایسا فرد جو اُن کے ترکے کا دعویٰ دار ہو سکے۔''

''جی نہیں! مجھ سے تو وہ صرف اپنے ایک بھانجے ساجد حمید کا ذکر کیا کرتے تھے۔''

''ہوں! لیکن اب سوال یہ ہے.....!'' فریدی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں پل بھر کے لئے عجیب سی چمک نظر آئی تھی اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''ایڈووکیٹ.....شاہد عزیز۔'' اس نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر شمشاد سے بولا۔

''آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔''

''ضرور.....ضرور.....وہ مجھ سے بخوبی واقف ہے۔''

کچھ دیر بعد فریدی کی لنکن اسی عمارت کے سامنے رکی جس میں وکیل کا فلیٹ تھا۔

حمید کی رہنمائی میں وہ فلیٹ نمبر بیالیس تک پہنچے جو تیسری منزل پر واقع تھا۔

حمید ہی نے کال بل کا بٹن دبایا۔ تھوڑے وقفے سے دباتا ہی رہا۔ لیکن دروازہ نہ کھلا۔ فریدی کی نظر رسٹ واچ پر تھی۔ دو منٹ گزر جانے کے بعد اس نے برابر والے فلیٹ کی کال بل کا بٹن دبایا۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

''فرمایئے جناب!'' بوڑھے آدمی نے فریدی کو نیچے سے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں ایک پولیس آفیسر ہوں۔''

''اوہ.....تو پھر جناب۔'' بوڑھا کچھ نروس سا نظر آنے لگا تھا۔

''برابر والے فلیٹ کی گھنٹی دیر سے بجائی جا رہی ہے لیکن جواب نہیں ملتا۔''

''تو پھر میں.....میں اس سلسلے میں کیا کرسکوں گا جناب۔''

''آپ کی موجودگی میں ہم اندر داخل ہونا چاہتے ہیں۔''

''کک.....کوئی گڑ بڑ.....جناب۔''

''ضروری نہیں ہے۔''

لیکن جب وہ اندر پہنچے تو گڑبڑ ہی نظر آئی۔ دروازہ اندر سے بولٹ نہیں کیا گیا تھا۔ ہینڈل گھماتے ہی کھل گیا تھا۔

سامنے فرش پر ایک آدمی اوندھا پڑا دکھائی دیا۔ شب خوابی کا لباس اور گاؤن جسم پر تھے۔

''اوہو.....!'' حمید تیزی سے آگے بڑھا۔

''ٹھہرو.....!'' فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا اور خود آگے بڑھ کر اس پر جھک پڑا۔

اس کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ دروازے کے قریب سے اسے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دفعتاً فریدی نے مڑ کر حمید کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

''اوہ.....!'' حمید چہرے پر نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گیا۔

''یہی ہے.....؟'' فریدی نے پوچھا۔ حمید نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''مر چکا ہے؟'' فریدی نے دوسروں کی طرف مڑ کر کہا۔

''کک.....کون ہے؟'' شمشاد نے تھوک نگل کر پوچھا۔

''شاہد عزیز.....!''

پڑوسی اور شمشاد دونوں ہی تیزی سے آگے بڑھے تھے۔ حمید نے دونوں کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھے۔

دفعتاً شمشاد نے کہا۔ ''یہ شاہد عزیز نہیں ہے۔''

''کیا.....؟'' حمید سیدھا ہو کر اُسے گھورنے لگا۔

''جی ہاں۔ یہ وکیل صاحب نہیں ہیں۔'' بوڑھے پڑوسی نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

اب فریدی اور حمید ایک دوسرے کو گھورے جا رہے تھے۔

''یہ..... یہ..... ڈی آئی جی صاحب بھی.....!'' حمید بات پوری نہیں کر پایا تھا کہ فریدی نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

''پھر یہ کون ہے.....!'' فریدی بوڑھے کی طرف مڑا۔

بوڑھے نے لاعلمی ظاہر کی۔

فریدی نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور انہیں وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

حمید اس شخص کی لاش کو گھورے جا رہا تھا جس نے ڈی آئی جی کے سامنے بھی خود کو

ایڈووکیٹ شاہد عزیز ظاہر کیا تھا۔ شاید اس کی موت دم گھٹنے کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ چہرے پر ایسے آثار پائے جاتے تھے۔

دفعتاً حمید نے بوڑھے سے پوچھا۔ ''شاہد عزیز..... اس فلیٹ میں کب سے مقیم تھا۔''

''میرا خیال ہے کہ پچھلے چھ ماہ سے۔''

''اس آدمی کو آپ نے پہلے کبھی یہاں نہیں دیکھا۔'' حمید نے لاش کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''اپنی یادداشت میں تو کبھی نہیں۔ آخر وکیل صاحب گئے کہاں! ان سے میرے بہت اچھے تعلقات ہیں۔''

اتنے میں فریدی واپس آ گیا۔

''یہاں کہیں فون بھی ہے؟'' اس نے بوڑھے سے پوچھا۔

''فون ہے تو یہاں..... غالباً آپ بیڈ روم ہی میں تھے۔''

''فی الحال یہاں کا فون استعمال نہیں کیا جا سکتا۔''

''تو پھر میرے فلیٹ میں تشریف لے چلئے۔''

فریدی اس کے ساتھ چلا گیا۔ حمید اور شمشاد تنہا رہ گئے۔

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے کپتان صاحب۔'' شمشاد نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''کیا آپ مجھے شاہد عزیز کا حلیہ بتائیں گے۔'' حمید خود سوال کر بیٹھا۔

''حلیہ..... حلیہ..... کھڑا کھڑا نقشہ..... خوبصورت سی سیاہ ڈاڑھی..... ریم لیس فریم کی عینک لگاتا ہے۔ خوش لباس آدمی ہے..... جامہ زیبی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتا..... لیکن ..... یہ آدمی ..... کک..... کیا..... میرا مطلب یہ ہے کہ آپ دونوں کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ شاید یہ آدمی۔''

''غیر ضروری باتیں نہیں۔'' حمید نے ہاتھ اُٹھا کر خشک لہجے میں کہا۔

شمشاد کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نظر آئے اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد محکمہ سراغرسانی کے مختلف شعبوں کے ماہرین وہاں پہنچ گئے تھے اور لاش سے متعلق ضروری کارروائی شروع ہو گئی تھی۔

حمید فریدی کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ یہاں ایک بڑی مسہری، دو کرسیوں،

ایک چھوٹی میز اور ایک بک شیلف کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

حمید کتابوں کی الماری کے قریب جا کھڑا ہوا اور اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس میں قانون کی ایک بھی کتاب نہیں تھی۔

دفعتاً اس نے فریدی کو کہتے سنا۔ ''غالباً تم قانون کی کوئی کتاب تلاش کر رہے ہو۔''

''قدرتی بات ہے.....!'' حمید نے جواب دیا۔

فریدی پھر کچھ نہیں بولا تھا۔

حمید الماری کا جائزہ لیتے لیتے دفعتاً چونک پڑا اور مڑ کر فریدی کی طرف دیکھا جو بستر پر جھکا ہوا کچھ دیکھ رہا تھا۔ حمید الماری کے پاس سے ہٹ کر اس کے قریب پہنچا۔

''ہوں!'' فریدی بدستور جھکا ہوا بولا۔ ''کچھ کتابیں الماری میں الٹی بھی لگی ہوئی ہیں۔''

''جی ہاں..... میں یہی بتانا چاہتا تھا۔''

فریدی سیدھا کھڑا ہو کر چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ''کہیں بھی انتشار کے آثار نہیں ملتے..... پھر بھی قتل کے بعد یہاں کوئی چیز ضرور تلاش کی گئی ہے۔ الماری میں الٹی کتابیں جلد بازی کا نتیجہ ہیں کیوں نہ تم الماری دوبارہ خالی کر دو۔''

''یعنی کتابیں فرش پر ڈال دوں۔''

''ہاں.....!''

حمید نے اس مشورے پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ کتابیں شیلف سے نکال نکال کر ڈھیر کرتا رہا۔ اس دوران میں فریدی نے بستر الٹ دیا تھا اور گدے کے نیچے سے برآمد ہونے والی کسی چیز کو بہت غور سے دیکھے جا رہا تھا۔

شیلف بھی خالی ہوگئی۔ اس میں اب کچھ بھی نہیں تھا۔ فریدی نے جو چیز بستر کے نیچے سے اٹھائی تھی حمید کے قریب پہنچنے سے قبل ہی جیب میں ڈال لی اور شیلف کیطرف متوجہ ہوگیا۔

''کچھ بھی نہیں ہے؟'' حمید نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسرے کمرے سے عجیب سی آوازیں آئیں اور پھر فریدی کا ایک ماتحت تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی ایک مصنوعی ڈاڑھی تھی۔

دوسری ڈاڑھی

وہ مصنوعی ڈاڑھی لاش کے نیچے دبی ہوئی ملی تھی۔ اس اطلاع پر حمید نے معنی خیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھا۔

فریدی نے ڈاڑھی اپنے ماتحت کے ہاتھ سے لے لی تھی اور اُسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ ڈاڑھی سے پلاسٹک کا خول بھی منسلک نظر آیا جس کی بناوٹ ناک کی سی تھی۔

''کیا لاش اس جگہ سے اٹھالی گئی.....!'' فریدی نے ماتحت کو گھورتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں.....اسٹریچر پر رکھ دی گئی ہے۔''

''تم نے اسے اٹھایا کیوں؟'' فریدی نے ڈاڑھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔''مجھے صرف اطلاع دینی تھی۔''

''غغ.....غلطی ہوئی جناب۔'' ماتحت اس غیر متوقع سوال پر بوکھلا گیا۔

''فرش پر لاش کی آؤٹ لائین بنادی گئی ہے یا نہیں۔''

''بنادی گئی ہے جناب۔''

فریدی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لاش ابھی کمرے ہی میں موجود تھی۔ اسٹریچر باہر نہیں لے جایا گیا تھا۔

فرش پر لاش کی جگہ سفید چاک سے اس کی آؤٹ لائن بنائی گئی تھی۔ فریدی نے نقلی ڈاڑھی کو اسی ماتحت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔''اسے پھر اسی جگہ ڈال دو جہاں سے اٹھائی گئی تھی۔''

ماتحت نے فوراً تعمیل کی۔ ڈاڑھی لاش کی آؤٹ لائن کے وسط میں رکھ دی گئی تھی۔ فریدی کبھی ڈاڑھی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی اسٹریچر پر رکھی ہوئی لاش کی طرف۔

''کیا خیال ہے.....!'' حمید آہستہ سے بولا۔''جھگڑے کے دوران میں ڈاڑھی نکل گئی اور وہ جلدی میں اسے ساتھ نہ لے جاسکا۔''

''کون ساتھ نہ لے جاسکا؟'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''قاتل.....!''

''ہونہہ..... یہ ڈاڑھی اس لاش کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہوسکتی۔'' اس نے کہا اور ڈاڑھی کو فرش سے اُٹھا کر قریب پہنچا اور پلاسٹک کا خول اس کی ناک پر جماتے ہوئے ڈاڑھی کے دونوں گوشے کنپٹیوں تک لے گیا۔ پھر حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ ''شمشاد اور بوڑھے پڑوسی کو بلاؤ۔''

وہ دونوں اندر لائے گئے اور جیسے ہی لاش پر ان کی نظریں پڑیں بیک وقت اُن کی زبانوں سے ''ارے'' نکلا۔

''وکیل صاحب۔'' بوڑھا تھوک نگل کر بولا اور شمشاد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

''ہوں.....کیا بات ہے؟'' حمید نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں سوال کیا۔

''مم.....میرا سر چکرا رہا ہے..... جناب.....!'' شمشاد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

فریدی نے حمید کو اشارہ کیا کہ فی الحال خاموش رہے۔

کچھ دیر بعد لاش وہاں سے ہٹا دی گئی۔ پھر وہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہ رہ گیا۔ شمشاد اور بوڑھے پڑوسی کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ڈاڑھی کی دریافت کے بعد ہی انہیں پہلی بار احساس ہوا ہو کہ کوئی مار ڈالا گیا ہے۔

فریدی نے پڑوسی کو متوجہ کر کے پوچھا۔ ''شاہد عزیز سے آپ کے تعلقات کیسے تھے۔''

''اچھے ہی تھے جناب۔ وہ خوش اخلاق اور نرم مزاج آدمی تھے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ نقلی ڈاڑھی..... بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔''

''کیا آپ نے کبھی انہیں کسی کورٹ میں بھی دیکھا تھا۔''

''جی نہیں.....اس کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔''

''ان کے موکل یہاں بھی آتے رہتے ہوں گے۔''

''اس کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔''

پھر فریدی نے بوڑھے کو رخصت کرتے ہوئے کہا۔ ''ہوسکتا ہے کہ آپ کو پھر تکلیف دی

جائے۔''

''میں ہر وقت حاضر ہوں جناب۔''

شمشاد کے چہرے کی زردی بڑھتی جارہی تھی۔ اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے اس انکشاف کی بناء پر اسے گہرا صدمہ پہنچا ہو۔

فریدی کے اشارے پر حمید نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔

کچھ دیر بعد وہ فریدی کے سٹنگ روم میں ایک آرام کرسی پر نیم دراز بھرائی ہوئی نحیف آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ شاہد عزیز کی ڈاڑھی نقلی ہوگی..... آخر ..... یہ سب کیا ہے..... میری عقل کام نہیں کرتی اگر اس نے کسی قسم کا فراڈ کیا تھا تو خود اسے کس نے مار ڈالا۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی اس پر روشنی نہ ڈال سکے گا؟'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

''مم..... میں..... یقین کیجئے۔''

''پلیز..... شمشاد صاحب۔'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''میں آپ کو یہاں اسی لئے لایا ہوں کہ آپ کرنل صاحب سے کسی قسم کی بھی غلط بیانی نہ کرسکیں..... آپ میرے ماموں صاحب کے دوست ہیں ورنہ حقیقت تو میں ہی آپ سے اگلوالیتا۔''

''مم..... میں دل کا مریض ہوں..... آپ لوگ مجھ پر رحم کیجئے۔''

''مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔ ''یاد کیجئے اپنا جملہ۔ آپ نے کہا تھا کہ اب میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ شیر علی مرحوم معمولی حالات کے تحت نہیں مرے اور شائد میں بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہونے والا ہوں۔''

شمشاد تھوک نگل کر رہ گیا پھر کھوکھلی آواز میں بولا۔ ''مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ میں نے ایسی کوئی بات کہی ہو۔''

''مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' حمید نے سخت لہجے میں کہا۔

''بس ختم کرو۔'' دفعتاً فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''شمشاد صاحب اگر آپ زیادہ تکلیف محسوس کررہے ہوں تو میں ڈاکٹر کو طلب کروں۔''

''نن.....نہیں جناب.....آپ مجھے میری قیام گاہ پر بھجوا دیجئے۔''

''کیا یہاں بھی آپ کی کوئی قیام گاہ موجود ہے۔''

''جی ہاں.....موڈل کالونی میں شمشاد ولا۔''

''اوہ.....اچھا.....حمید.....تم ہی جاؤ۔''

دن بھر کی تھکن کے بعد اب حمید کی حالت اس قابل نہیں تھی کہ اخلاقاً بھی کسی قسم کی کوئی ڈیوٹی برداشت کرسکتا۔ لیکن وہ اچھی طرح جانتا تھا فریدی خود اسے کیوں زحمت دے رہا ہے۔ یہ کام تو اس کا ڈرائیور بھی بخوبی انجام دے سکتا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ فریدی بھی شمشاد کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔

شمشاد کی جیپ وہیں رہ گئی تھی اور حمید اسے فریدی کی لنکن میں بٹھا کو موڈل کالونی کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔

شمشاد کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ ''میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں آپ لوگ مجھے ہی ان سب وارداتوں کا ذمہ دار تو نہیں سمجھ رہے؟''

''کیا ہم اس حد تک جاسکتے ہیں؟'' حمید نے سوال کیا۔

''حالات کے تحت اس کا امکان ہے۔''

''لیکن آپ حقیقتاً بالکل معصوم ہیں..... کیوں؟''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں؟ جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کے سلسلے میں کوئی واضح ثبوت نہیں رکھتا۔''

''کہہ بھی چکیئے کسی صورت سے۔ اس کا فیصلہ ہم پر چھوڑ دیجئے کہ ہم اس پر یقین کریں یا نہ کریں۔''

''ہم سب کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں۔''

''ہرگز نہیں.....ہم تو ابھی کسی نائٹ کلب میں جشن منا رہے تھے۔''

''میں سنجیدگی سے گفتگو کررہا ہوں کپتان صاحب۔'' شمشاد نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''میں آپ کو غیرضروری الفاظ کے استعمال سے باز رکھنا چاہتا ہوں.....اگر آپ کچھ بتانے جارہے ہیں تو اب اس کیلئے تمہید ضروری نہیں۔ صبح سے تمہید ہی تمہید تو چل رہی ہے۔''

''میری دشواری یہ ہے کہ خود بھی ایک غیر قانونی حرکت کا مرتکب ہو چکا ہوں۔ قانون کے محافظوں کو اس کا علم نہیں۔ لیکن وہ لوگ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

''پھر تمہید.....!'' حمید بھنا کر بولا۔ ''اب مجھ پر رحم کیجئے ورنہ میں ماموں کا دوست ہونا غیر قانونی قرار دلوا دوں گا۔''

''مم..... میں نے شیر علی خان مرحوم کی قبر کھودنے کی کوشش کی تھی۔ اسی رات سے کچھ نامعلوم لوگ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔''

حمید نے طویل سانس لی اور گاڑی کی رفتار کم کر کے اسے بالآخر سڑک کے کنارے روک دیا۔

''کک..... کیوں؟''

''پیارے شمشاد ماموں..... آخر آپ نے اتنی اہم بات اب تک کیوں چھپائے رکھی تھی۔''

''اس شخص کے سامنے میری گھگھی بندھ جاتی ہے۔ وہ جو تمہارا آفیسر ہے..... کیا نام ہے اس کا۔''

''کرنل فریدی۔''

''ہاں..... ہاں..... اسکی آنکھیں مجھے اپنی ہڈیوں میں پیوست ہوتی محسوس ہونے لگتی تھیں۔''

''مجھے بتا دیا ہوتا۔'' حمید نرم لہجے میں بولا۔ ''اب میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ آپ کو کہیں تنہا چھوڑ دوں۔''

''کک..... کیا مطلب؟''

''آپ ہمارے ساتھ ہی قیام کریں گے۔''

''مم..... میں بھی یہی سوچ رہا تھا..... لیکن جو کچھ پوچھنا ہے آپ ہی پوچھ لیجئے..... میں کرنل فریدی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔''

''اچھی بات ہے..... تو پھر پہلے ہم آپ کی مقامی قیام گاہ پر چلتے ہیں۔''

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہاں بھی کوئی پریشان کن وقوعہ پہلے ہی سے میرا منتظر نہ ہو..... میرے خدا آج کا دن کتنا منحوس تھا۔''

''ہو سکتا ہے..... تو پھر ہم کہاں چلیں۔''

''میری عقل جواب دے گئی ہے.....آپ ہی کچھ سوچئے۔''

''میرے خیال سے یہاں بھی باتیں ہوسکتی ہیں۔آپ نے مرحوم کی قبر کیوں کھودی تھی؟''

''مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ طبعی موت مرے ہوں گے؟''

''اگر آپ ان کے ایک مخلص دوست تھے تو آپ کو اپنے شبہ کا اظہار باضابطہ طور پر کرنا چاہئے تھا۔ پولیس سے رجوع کرنے کی کوشش کرتے۔''

''پہلے میں خود مطمئن ہونا چاہتا تھا۔''

''ہوں! بات تفصیل طلب معلوم ہوتی ہے۔اس لئے شمشاد ولا ہی چلنا چاہئے۔''

''کک.....کیوں.....؟''

''بھلا آپ کس طرح اپنا اطمینان کرتے.....کیا آپ لاش دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ موت کن حالات میں ہوئی ہوگی؟''

''نن.....نہیں؟''

''پھر قبر کھودنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔''

''مم.....مجھے گھر لے چلئے.....میری حالت بگڑ رہی ہے۔''

حمید نے پھر گاڑی اسٹارٹ کی۔اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔شمشاد ولا بھی نہایت شاندار عمارت ثابت ہوئی۔حمید نے شمشاد کو سہارا دے کر گاڑی سے اُتارا تھا۔ یہاں پنچھ اور لوگ بھی پہلے ہی سے مقیم تھے۔شمشاد نے بتایا کہ اس نے اپنے بعض قریبی عزیزوں کو یہ شہری قیام گاہ عارضیاً دے رکھی ہے۔

حمید نے اسے دیوان پر لٹا دیا اور خود ایک کرسی کھینچ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ شمشاد کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔تھوڑی دیر بعد اس نے نحیف سی آواز میں کہا۔''میں نے دوبارہ قبر کھودنے کی کوشش کی لیکن چند نامعلوم آدمیوں کی مداخلت کی بناء پر کامیاب نہ ہوسکا۔''

''آپ تنہا ہی تھے یا کوئی اور بھی ساتھ تھا۔''

''تنہا.....کیپٹن حمید.....اصل بات یہ ہے کہ مجھے چودھری صاحب کی موت ہی پر یقین نہیں آیا۔''

''کیا مطلب.....؟'' حمید اچھل پڑا۔

''ہاں..... میں یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ قبر میں لاش ہے بھی یا نہیں۔''

''خدا کی پناہ..... کتنی دیر بعد آپ نے اصلیت ظاہر کی ہے۔ کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔''

''جو کچھ بھی میں نے کہا ہے اس کے لئے کوئی واضح ثبوت نہیں رکھتا۔ اسی لئے زبان سے نہیں نکال رہا تھا۔''

''کوئی شبہ بے بنیاد نہیں ہوتا۔ لہٰذا میں شبہے کی وجہ جاننا چاہوں گا۔''

''چودھری صاحب بے حد پُراسرار تھے۔ ان کے بارے میں کبھی کوئی کچھ نہ جان سکا۔ آپ اپنی ہی بات لے لیجئے۔ انہوں نے کسی کو نہیں بتایا کہ آپ کا عہدہ کیا ہے۔ نہ یہی بتایا کہ آپ ان سے ملنے کے لئے سعد آباد کیوں نہیں گئے!''

''یہ ذاتی نوعیت کے معاملات ہیں۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''بہرحال میں انہیں پچھلے دو ماہ سے بہت زیادہ پریشان دیکھتا رہا تھا۔''

''یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں جس کے لئے آپ قبر کھودنے بیٹھ جائیں۔''

''یہ بات بھی ذہن نشین کرلیجئے کہ اپنے دوستوں میں سب سے زیادہ اعتماد مجھ پر کرتے تھے۔''

''آہا.....!'' حمید جھنجھلا کر بولا۔ ''انہوں نے خود ہی آپ کو مشورہ دیا تھا کہ قبر کھود کر دیکھ لینا کہ میں موجود ہوں یا نہیں۔''

''مم..... میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا وہ خود کو خطرے میں محسوس کر رہے ہیں اگر کچھ دنوں کے لئے روپوش ہوجائیں تو اس کی چھان بین نہ کی جائے۔ خود اپنے خاندانی معاملات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس میں بعض افراد کی علالتیں بھی شامل تھیں۔ زیادہ تر پہاڑ پر رہا۔ واپس آیا تو ان کی موت کی خبر سنی..... خداوندا..... میری تو عقل ہی خبط ہوکر رہ گئی ہے۔ یہ شاہد عزیز..... آخر یہ کیا کر رہا تھا۔ پھر اس طرح مردہ پایا گیا۔ پتہ نہیں۔ چودھری صاحب اس کی اصلیت سے واقف تھے یا نہیں۔ یقین کیجئے میں تو قریب سے بھی اندازہ نہیں کرسکتا تھا کہ ڈاڑھی نقلی ہوگی اور ہاں آپ کو میری دیہی قیام گاہ پر اس

طرح الجھایا گیا کہ آپ لوگ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کرنے لگیں۔''

وہ خاموش ہوگیا۔حمید اس کے چہرے پر چھائی ہوئی زردی کو بغور دیکھے جا رہا تھا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور حمید انسٹرومنٹ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''ذرا تکلیف کیجئے۔'' شمشاد نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔''اگر کوئی مجھے پوچھے تو کہہ دیجئے گا کہ طبیعت خراب ہے۔خود فون اٹینڈ نہیں کرسکتا۔''

حمید نے اُٹھ کر ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو.....!''

''اوہ تو تم ہی ہو'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔''فوراً واپس آؤ.....ہم اسی وقت سعد آباد جائیں گے۔شمشاد صاحب کی طبیعت بہتر ہو تو وہ بھی ساتھ چل سکتے ہیں۔''

''ٹھہریئے.....میں پوچھتا ہوں۔''

حمید ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر شمشاد کی طرف مڑا اور فریدی کی پیشکش کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔''اگر آپ چل سکیں تو ہمیں مزید آسانیاں ہو جائیں گی۔''

''اب مجھ میں سکت نہیں رہی کپتان صاحب۔ایک ہفتے سے پہلے شاید ہی بستر سے اُٹھ سکوں۔دل کی حالت بہتر نہیں ہے۔''

حمید نے فریدی کو اس کی اطلاع دے کر سلسلہ منقطع کردیا۔اس کے بعد وہ گھر کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔آنکھیں نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوئی جا رہی تھی۔

گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ فریدی تجربہ گاہ میں ہے۔سیدھا وہیں چلا گیا۔وہ اس سے کہنا چاہتا تھا کہ اگر دو تین گھنٹے سو کر گزار لینے کے بعد سفر شروع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

تجربہ گاہ میں اندھیرا تھا۔دروازہ کھولتے ہی اس نے فریدی کی آواز سنی۔

''کون ہے؟'' اس نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

''اُلو.....!'' حمید بھنا کر بولا۔

''اوہ.....کیوں.....؟ کیا بات ہے؟''

''روشنی کیجئے۔''

''جاؤ.....سو جاؤ.....صبح باتیں ہوں گی۔'' فریدی نے کہا۔

''کیا مطلب.....؟ سعد آباد نہیں چلنا۔''

''ہوش میں ہو یا نہیں.....اس وقت سعد آباد۔''

''تو کیا ابھی آپ نے شمشاد ولا فون نہیں کیا تھا۔''

''نہیں.....! کیا قصہ ہے؟ وہیں ٹھہرو۔ میں آ رہا ہوں۔''

حمید دروازے کے قریب ہی رک گیا تھا۔ وہ دونوں تجربہ گاہ سے باہر آئے۔ حمید نے اسے فون کال کے بارے میں بتایا۔

''میں نے تمہیں فون نہیں کیا تھا۔ تمہارے جانے کے بعد سے تجربہ گاہ ہی میں رہا ہوں۔''

''تب تو شمشاد بھی قتل ہو چکا ہوگا۔''

''کیوں؟'' فریدی نے اُسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

حمید نے جلدی جلدی اپنی اور شمشاد کی گفتگو دہرانے کی کوشش کی۔ ''ایکس چینج سے شمشاد ولا کے نمبر معلوم کرو۔'' فریدی نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔

نمبر حاصل کرنے میں پانچ منٹ صرف ہوئے تھے۔ فریدی نے شمشاد ولا سے رابطہ قائم کر کے شمشاد کی خیریت دریافت کی۔

''دل کا دورہ پڑا ہوا ہے۔'' دوسری طرف سے کسی عورت نے کہا۔ ''خود فون اٹینڈ نہیں کر سکتے۔ آپ کون صاحب ہیں۔''

''بس خیریت معلوم کرنی تھی۔ انہیں تنہا نہ چھوڑا جائے تو بہتر ہوگا۔''

''ہم سب ان کے قریب ہی موجود ہیں۔ آپ کون صاحب ہیں؟''

''طبیعت بہتر ہو تو کہہ دیجئے گا کہ کرنل فریدی نے خیریت دریافت کی تھی۔''

''بہت بہتر جناب۔''

''شکریہ.....!'' فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

''کیا بات ہوئی۔'' حمید بڑبڑایا۔

''ضروری نہیں کہ ہر بات کی تہہ میں کچھ نہ کچھ.....!'' فریدی جملہ ادھورا چھوڑ کر پُرتفکر انداز میں سگار سلگانے لگا۔

''اب آپ فلٹر ٹپڈ۔گار بنوایا کیجئے۔ اگر اس سلسلے میں کمپنی سے مراسلت کریں تو بہتر ہوگا۔''

فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ اس کا بازو پکڑ کر زینوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اور پھر جب وہ لنکن میں بیٹھ گئے اور لنکن باہر جانے کے لئے پھاٹک سے گزرنے لگی تو حمید نے شمشاد کا نام لے کر کئی بیہودہ خیالات کا اظہار کیا۔

''اس سے کیوں خفا ہو گئے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''دن بھر کی تھکن کے بعد ایک گھنٹے کی نیند بھی مقدر میں نہیں۔''

''تو اس میں شمشاد کا کیا قصور..... تمہیں سعد آباد کیلئے اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے تھا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ زبان ہلانے سے بہتر تو یہ ہوگا کہ کسی قدر اونگھ لینے ہی کا موقع نکال لے۔ لیکن اونگھنے کا موقع اسے خراٹوں کی دنیا میں گھسیٹ گیا۔

پھر جب تک جھنجھوڑا نہیں گیا تھا آنکھیں نہیں کھلی تھیں۔

''ہم کہاں ہیں۔'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

''اپنے حواس مجتمع کرلو۔'' فریدی خشک لہجے میں بولا۔

''شمشاد ولا۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''کک..... کیوں..... پھر کہاں ہیں۔''

''شاہد عزیز کی رہائش گاہ کے قریب۔ اب اُترو بھی۔''

حمید گاڑی سے اُتر گیا۔ سڑک سنسان پڑی تھی لیکن یہ وہ جگہ تو نہیں تھی۔

''کچھ دور پیدل چلنا پڑے گا۔'' فریدی نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

''کیا پائپ سلگا سکتا ہوں۔'' حمید نے آئی ہوئی جماہی کا گلا گھونٹتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں.....؟''

کچھ دور چلنے کے بعد حمید نے اندازہ لگایا کہ ان کی گاڑی عمارت سے قریباً آدھے فرلانگ کے فاصلے پر پارک کی گئی تھی۔

زینے طے کر کے وہ اس منزل پر پہنچے جس میں شاہد عزیز کا فلیٹ تھا۔

پوری راہداری تاریک پڑی تھی۔ فریدی ٹھیک فلیٹ کے سامنے تھا۔ حمید کو اچھی طرح یاد

تھا کہ جب وہ یہاں سے واپس ہوئے تھے تو فلیٹ کی نگرانی کے لئے ایک مسلح کانسٹیبل وہاں چھوڑ دیا تھا اور راہداری کے سارے بلب بھی روشن تھے۔

فریدی نے پنسل ٹارچ روشن کی اور حمید چونک پڑا۔ روشنی کا مختصر سا دائرہ مسلح کانسٹیبل پر مرکوز ہو کر رہ گیا تھا۔

''کک..... کیا یہ بھی ختم.....!'' اس نے سرگوشی کی۔

کانسٹیبل دیوار کی جڑ سے لگا لمبا لمبا لیٹا ہوا تھا۔ فریدی نے جھک کر اسے دیکھا اور پھر روشنی کا دائرہ فلیٹ کے دروازے پر رینگ گیا۔ دروازہ بند تھا۔

اس نے بہ آہستگی اس کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا۔ لیکن دوسرے کمرے کے دروازے کی جھری روشن تھی۔ حمید نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

کوئی اس کمرے میں چل رہا تھا۔ دفعتاً حمید نے فریدی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے سے روک دیا اور خود دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پھر دروازہ پر اس نے ٹھوکر رسید کی تھی اور دروازہ اندر گھس گیا تھا۔

کمرہ خالی نظر آیا۔ باتھ روم کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فریدی نے آواز دے کر روک دیا۔

وہ تیزی سے اس کے قریب پہنچا تھا۔

''اس میں کیا مصلحت تھی فرزند۔'' اس نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''کیسی مصلحت۔''

''مجھے روک کر خود تیس مار خاں بننے کی کوشش کر ڈالی۔''

''آپ سے پہلے مرنا چاہتا ہوں۔''

''چچ..... چچ..... دل چھوٹا نہ کرو۔ ایک رات کی نیند پر زندگی نہیں قربان کی جاسکتی۔''

''میں کہتا ہوں اسے باتھ روم سے نکالنے کی کوشش کیجئے۔''

''نکل آؤ بھئی..... جو کوئی بھی ہو۔'' فریدی نے اونچی آواز میں کہا۔ ''آنکھ مچولی سے کیا فائدہ۔''

حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ فریدی سے اس قسم کی غیر سنجیدگی کی توقع

نہیں تھی۔

اچانک فریدی نے جھپٹ کر باتھ روم کا دروازہ باہر سے بولٹ کرتے ہوئے کہا۔ ''اب جو کوئی بھی ہے پوری طرح قابو میں آ گیا۔ کیا خیال ہے۔''

حمید نے پھر اسے حیرت سے دیکھا۔ یہ انداز گفتگو بھی اس کے لئے نیا تھا۔

فریدی اب اپنے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔ اس نے حمید کو بستر کی دوسری طرف جانے کا اشارہ کیا اور اب یہ بات حمید کی سمجھ میں آئی کہ جو بھی ہے اس نے بستر کے نیچے ہی پناہ لی ہوگی۔ کیونکہ چادر فرش تک لٹکی ہوئی تھی۔

''بستر کے نیچے سے نکلو.....!'' دفعتاً فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ''ورنہ تمہارا جسم چھلنی ہو جائے گا۔''

ٹھیک اسی وقت حمید کی طرف چادر کا کنارہ اٹھا اور اس نے دروازے کی جانب نکل بھاگنے کی کوشش کی تھی۔

''نہیں محترمہ۔'' حمید ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔ ''اپنا پردہ برقرار ہی رکھئے تو بہتر ہوگا۔''

بارلیش چہرے والی محترمہ نے بے بسی سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

''کرنل صاحب! یہ ہیں محترمہ شاہدہ فاروقی۔'' حمید نے شاہدہ پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

''اوہ.....اچھا.....!'' فریدی کا لہجہ پُرسکون تھا۔

''اوہ.....اچھا.....!'' شاہدہ نے اس کے لہجے کی نقل اتاری اور فریدی چونک کر اسے گھورنے لگا۔ دونوں آوازوں میں سرمو فرق نہیں تھا۔

''اوہ.....تو کچھ دیر پہلے شمشاد ولا میں تم نے ہی مجھے فون کیا تھا۔''

''جناب عالی.....؟'' وہ بے خوفی سے مسکرائی۔

''کیوں.....؟'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''اس لئے کہ آپ دونوں شمشاد کی زندگی خطرے میں سمجھ کر اُدھر متوجہ ہو جائیں اور میں یہاں اپنا کام کرسکوں۔''

''لیکن ناکام رہیں.....!'' فریدی بولا۔

''جج.....جی ہاں۔''

''تمہیں کس چیز کی تلاش ہے۔''

شاہدہ نے کوئی جواب دینے کی بجائے اپنے چہرے سے نقلی ڈاڑھی اور مونچھیں نکال پھینکیں۔

''اب تم خود کو حراست میں سمجھو۔'' حمید غرایا۔

اس نے بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور حمید کو اپنی عافیت خطرے میں نظر آنے لگی۔

''میں خود دیکھوں گا کہ تمہیں کس چیز کی تلاش تھی۔'' فریدی نے کہا اور کتابوں کے ریک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کتابیں تو اب بھی فرش پر بکھری ہوئی تھیں۔

حمید شاہدہ کی طرف متوجہ تھا اور شاہدہ فریدی کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

''اے تم ادھر دیکھو! تمہیں اس لاش کے سلسلے میں جواب دہی کرنی ہے، جو نخلستان والی عمارت میں ملی تھی۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''وہ لاش وہاں پہلے ہی سے موجود تھی۔'' لڑکی نے لاپروائی سے کہا۔ ''میں آپ کو اس تک پہنچا کر خود غائب ہو جانا چاہتی تھی۔''

''پھر اس عمارت میں آگ کس نے لگائی تھی۔''

''معلوم کیجئے! آپ کے چیف تو غیب دانی کی سرحدوں کو بھی چھو سکتے ہیں۔'' لڑکی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

حمید نے اسے گھورتے ہوئے نفرت سے ہونٹ سکوڑ لئے۔

خطرناک سفر

''اس لڑکی کو جانے دو۔'' دفعتاً فریدی کی آواز سناٹے میں گونجی۔

حمید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور لڑکی بولی۔ ''میں تو نہیں جاؤں گی۔''

حمید بدستور فریدی ہی کی طرف دیکھتا رہا جو اب ریک کے درمیانی تختے کو اس کی جگہ سے ہٹانے کے لئے زور لگا رہا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس میں کامیاب بھی ہوگیا۔ حمید لڑکی کی طرف متوجہ ہوا تو اسے بھی اسی سمت نگران پایا۔ البتہ اب اس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

فریدی نے ایک بار پھر لڑکی سے چلے جانے کو کہا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں۔ اب وہ ان کے قریب واپس آ گیا تھا۔ حمید نے اس کے ہاتھ میں آٹھ ملی میٹر کی فلم کی ایک ریل دیکھی۔

''تم نے اسی کے لئے اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا؟ کیوں؟'' وہ لڑکی کو گھورتا ہوا بولا۔

''جی ہاں۔'' اس نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

''وہ کانسٹیبل کتنی دیر میں ہوش میں آئے گا۔''

''صبح تک آرام سے سوتا رہے گا جناب۔''

''شاہد عزیز کو کس نے قتل کیا۔''

''میں نہیں جانتی؟''

''قاتل کو بھی اس فلم کی تلاش تھی؟''

''رہی ہوگی۔'' لڑکی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''اچھا.....تو چلو.....؟'' فریدی نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

فریدی کے اس نرمی کے برتاؤ کے باوجود حمید کا ریوالور ابھی تک لڑکی کو کور کئے ہوئے تھا۔

راہداری میں رک کر فریدی نے حمید سے کہا۔ ''ریوالور ہولسٹر میں رکھو اور کانسٹیبل کو اٹھاؤ۔''

''اسے اُٹھا کر زینے طے کرنے میرے بس کا روگ نہیں۔''

''بہت بہتر.....روشنی دکھایئے۔'' فریدی نے پنسل ٹارچ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

پھر فریدی نے کانسٹیبل کو ہاتھوں پر اٹھایا تھا اور وہ زینے طے کر کے نیچے پہنچے تھے اور حمید لنکن وہاں لایا تھا۔

''تم دونوں یہیں ٹھہرو۔'' فریدی نے بے ہوش کانسٹیبل کو لنکن کی پچھلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''میں اسے حلقے کے تھانے میں پہنچا کر واپس آتا ہوں۔''

وہ چلا گیا تھا اور یہ دونوں فٹ پاتھ پر کھڑے رہ گئے تھے۔ حمید پائپ میں تمبا کو بھرنے لگا۔

''مجھے حیرت ہے۔'' لڑکی بڑبڑائی۔

''کس بات پر مس ریش دراز.....!''

''کرنل فریدی کا رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے ہنی.....اسے سمجھنے کیلئے نسلوں کی عمریں درکار ہوں گی۔''

''اچھا تو میرے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہتے ہو۔''

''کسی اچھے سے نائٹ کلب میں رقص کے دو چار راؤنڈ.....عمدہ ناشتہ اور پھر.....؟''

''کیا واقعی مجھے حوالات میں نہیں ڈالا جائے گا۔''

''فادر کا فرمان اٹل ہوتا ہے۔''

''آخر وجہ.....؟''

''خواہ مخواہ سر نہ کھپاؤ.....جو کچھ کہا گیا ہے کرو۔''

''کیا یہ بھی نہ کرو گے کہ مجھے شمشاد ہی تک لے چلو۔''

''کیا مطلب.....؟''

''ہوسکتا ہے وہ مجھے جانتا ہو.....آخر میں نے اسی کی حویلی میں تو تمہارے ساتھ فراڈ کیا تھا؟''

''میں نے تو تم سے اس فراڈ کا مقصد تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔''

''لیکن یہ شاہد عزیز ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''آپ کے ماموں کا بہترین دوست تھا اور بالآخر انہیں کے لئے مارا گیا۔''

''میک اپ میں کیوں رہتا تھا.....؟''

''اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔''

''یہاں کس چیز کی تلاش تھی تمہیں؟''

''کیا کرنل نے وہ چیز تمہیں نہیں دکھائی تھی؟''

''اس فلم میں کیا ہے؟''

''یہ بھی میں نہیں جانتی۔''

''کس کے لئے کام کر رہی ہو۔''

''اپنے لئے..... صرف اپنے لئے۔''

''تب پھر میں تمہارے لئے پاگل خانے کی سفارش کروں گا۔''

''تمہیں بھی ساتھ لے چلوں گی اکیلے جی نہ لگے گا..... واقعی لاجواب آدمی ہو۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ میں لڑکی ہوں کس طرح بھاگے گئے تھے میرے ساتھ..... یوہ!'' وہ قہقہہ لگا کر اسے طول دیتی چلی گئی۔

''تم تو ڈاڑھی مونچھ والی تھیں..... سر پر سینگ رکھنے والی لڑکیوں کے پیچھے بھی اسی طرح دوڑتا ہوں۔'' حمید جھلا کر بولا۔

لڑکی ہنستی رہی پھر اچانک سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ ''میں اگر تمہیں اس طرح نہ روکتی تو تم سعد آباد سے صرف تین میل کے فاصلے پر ٹھکانے لگا دیئے جاتے۔''

''کیا شمشاد کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟''

''میں کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔''

''تم کو میرے ماموں کے معاملات سے کیا سروکار.....؟''

''اس دنیا میں اُن کے علاوہ میرا اور کوئی نہیں تھا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''کیا وصیت نامے میں اُن خاندانوں کا ذکر نہیں جن کی پرورش اُنہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔''

''اوہو..... تب تو شمشاد کے بارے میں بہت کچھ بتا سکو گی۔''

''شاہد عزیز اور شمشاد..... دونوں ہی سے ان کی گہری دوستی تھی۔''

''شمشاد کا خیال ہے کہ اُن کی موت قدرتی نہیں ہو سکتی۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''شمشاد کچھ نامعلوم آدمیوں سے خائف ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ اس کی حویلی میں پائی جانے والی لاش اسے پھنسانے کے لئے کسی نے ڈلوائی تھی۔ کیا تم نے وہ لاش اچھی طرح دیکھی تھی۔''

''یقیناً.....!''

''وہ کون تھا.....؟''

''میں نہیں جانتی! اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔''

''کیا میرے ماموں کو علم تھا کہ شاہد عزیز میک اپ میں رہتا ہے۔''

''میں نہیں جانتی!''

''کیا تمہیں بھی علم نہیں تھا کہ وہ مصنوعی ڈاڑھی لگائے پھرتا ہے۔''

''کبھی قریب سے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔''

''تم نے میک اپ کرنا کس سے سیکھا تھا.....؟''

''آپ کے ماموں سے.....وہ میک اپ کے ماہر تھے۔ کیا آپ کو علم نہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ لڑکی سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔ لیکن ضروری نہیں کہ اس کا بیان درست ہی ہو ممکن ہے کہ وہ اس طرح کی گفتگو کر کے خود کو شبہے سے بالاتر ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ لنکن فٹ پاتھ سے آ لگی اور ساتھ ہی فریدی کی آواز سنائی دی۔ ''تم دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔''

خاموشی سے تعمیل کی گئی۔ لنکن دوبارہ حرکت میں آئی اور کچھ دیر بعد حمید نے محسوس کیا کہ وہ گھر پہنچنے کی بجائے قومی شاہراہ پر آ نکلے ہیں۔

''اوہو.....تو کیا سعد آباد.....!'' حمید نے سوچا اور لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''اب سعد آباد میں تصدیق ہو سکے گی کہ تم کون ہو۔''

''میں یہی چاہتی تھی کہ آپ لوگ سعد آباد چلیں۔''

''لیکن سفر خطرات سے خالی نہ ہوگا جناب کرنل صاحب۔'' حمید نے اونچی آواز میں کہا۔

''کیوں.....؟'' فریدی کا مختصر سا سوال تھا۔

''یہ محترمہ ابھی مجھے بتا رہی تھیں کہ اگر مجھے دھوکہ سے شمشاد کی حویلی میں نہ لے جاتیں تو میں سعد آباد سے تین میل ادھر ہی قتل کر دیا جاتا۔''

''تب تو انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ لوگ کون ہیں؟''

''جی نہیں..... میں نہیں جانتی۔'' لڑکی نے کہا۔

''پھر تمہیں اس کا علم کیونکر ہوا۔''

''کسی نامعلوم آدمی نے مجھے اس خطرہ سے آگاہ کیا تھا۔''

''کس طرح آگاہ کیا تھا.....؟''

''بذریعہ خط..... جو انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا تھا۔''

''تمہیں ان معاملات سے کیا سروکار؟''

''میں ابھی کیپٹن حمید کو بتا چکی ہوں کہ ان کے ماموں میری کفالت کرتے تھے۔''

''تم نے میری آواز کہاں سنی تھی کہ اس کی اتنی کامیاب نقل اتار سکیں۔''

''میں اور چودھری صاحب اکثر شہر آتے تھے اور آپ دونوں سے قریب رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان مقامات پر ضرور جاتے تھے جہاں کیپٹن حمید سے ملنے کے امکانات ہوتے۔''

''اب بتاؤ کہ شاہد عزیز کے فلیٹ میں تمہیں کس نے بھیجا تھا۔''

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''دو لاشوں سے تمہارا تعلق کسی نہ کسی طرح ثابت ہونا تمہارے لئے بڑی دشواریاں پیدا کر چکا ہے۔''

لڑکی پھر بھی خاموش رہی۔

اس بار حمید بولا۔ ''دیکھو..... وصیت نامے کی رو سے تمہاری حفاظت کرنا میرے فرائض میں شامل ہو چکا ہے۔ اس لئے تمہیں بھی تعاون کرنا چاہئے۔''

''میں سعد آباد پہنچ کر ہی اس مسئلے پر گفتگو کر سکوں گی۔''

''اچھی بات ہے۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''اگر تم سونا چاہو تو حمید اگلی سیٹ پر آجائے۔''

''بہت بہت شکریہ جناب۔ میری تھکن بے ہوشی کی حد کو چھونے لگی ہے۔''

فریدی نے گاڑی روک دی تھی اور حمید اُتر کر اس کے برابر جا بیٹھا تھا۔

سفر جاری رہا۔ حمید اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن عافیت اسی میں سمجھی کہ خود بھی اونگھنا شروع کر دے۔ پھر شائد دس منٹ بھی اس کیفیت میں نہ گزرے ہوں گے کہ فریدی نے اسے ٹھوکا دیا۔ ''جاگتے رہو..... پیچھے دو گاڑیاں اور بھی ہیں۔''

حمید ہڑ بڑا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

''آپ نہ جانے کیا کرتے پھر رہے ہیں۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''لڑکی بحفاظت سعد آباد پہنچ جانا چاہتی تھی۔لہٰذا اس کی خواہش پوری کر رہا ہوں۔''

حمید نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی۔ دو گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس صاف دکھائی دے رہی تھیں لیکن اس کی دانست میں دونوں لوڈنگ ٹرک بھی ہو سکتے تھے۔قومی شاہراہ کسی وقت بھی بالکل سنسان تو نہیں رہتی تھی۔

ابھی وہ قومی شاہراہ ہی پر تھے۔سعد آباد جانے والی سڑک پر نہیں مڑے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد سعد آباد والی سڑک ملی۔ تب حمید کو تعاقب کا یقین ہو سکا۔ ریوالور اس نے پہلے ہی ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔ اس سڑک پر چار یا پانچ میل طے کرنے کے بعد فریدی نے لڑکی کو آواز دی لیکن جواب نہ ملا۔

''اسے جگاؤ۔'' اس نے حمید سے کہا۔'' بلکہ بہتر ہوگا پچھلی سیٹ پر چلے جاؤ۔''

حمید نے پشت گاہ پر جھک کر اُس کا شانہ ہلایا اور وہ اچھل پڑی۔

''اُٹھ بیٹھو.....!'' حمید آہستہ سے بولا۔'' خطرہ ہے۔''

''کک.....کیا بات ہے؟'' لڑکی ہکلائی۔

''تعاقب..... سنبھل کر بیٹھو؟''

''خدایا رحم.....!'' لڑکی کی آواز کانپ رہی تھی۔

دفعتاً گاڑی کے پیچھے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ایسا معلوم ہوا جیسے گاڑی بھی اچھل گئی ہو۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ فریدی نے ڈرائیونگ میں اپنی مہارت کا ثبوت پیش کیا تھا۔ اسپیڈو میٹر کی سوئی اسی اور نوے کے درمیان جھول رہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے دونوں گاڑیاں بہت پیچھے رہ گئیں۔

''کیا میں سب مشین گن نکالوں؟'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں وہ بھاگ کھڑے ہوں گے.....آنے دو!''

''اگر کوئی دستی بم ہماری گاڑی ہی پر آ پڑا تو۔''

''بے فکر رہو.....وہ اتنے فاصلے پر نہ پھینک سکیں گے اور نہ رفتار ہی بڑھانے کی جرأت

کرسکیں گے..... کیونکہ دونوں گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس بہت کمزور معلوم ہوتی ہیں لیکن تم ذرا جیبی ٹرانسمیٹر کی ہر فریکوئنسی چیک کرلو۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ بہت منظم ہیں۔"

"میرا ٹرانسمیٹر گھر ہی پر رہ گیا۔"

"اچھا تو پھر آگے آ کر ڈیش بورڈ والے کو دیکھو...... میں اسٹیرنگ نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

حمید نے پھر اگلی سیٹ پر چھلانگ لگائی اور ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں ہاتھ ڈال کر سوئچ آن کیا..... مختلف فریکوئینسز کو آزما ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔ "وہ بہت تیز رفتاری سے جارہے ہیں۔ ہینڈ گرنیڈ ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اُوور.....!"

"پرواہ مت کرو۔" دوسری آواز آئی۔ "تمہارے پاس جتنے بھی ہیں پھینک دو..... نشانے پر بیٹھیں یا نہ بیٹھیں..... اُوور.....!"

"بہت بہتر جناب..... اُوور.....!"

اس کے بعد دوسری آواز نہیں سنائی دی تھی۔

"سوئچ آف نہ کرنا۔" فریدی نے کہا۔ "اسی فریکوئینسی پر رہنے دو اور اب اگر تم چاہو تو.....!"

بات ادھوری ہی رہ گئی تھی۔ کیونکہ ایک دھماکہ پھر ہوا۔ لیکن یہ بم لنکن سے بہت دور گرا تھا۔

"ہاں تو اب تم سب مشین گن استعمال کرسکتے ہو۔" فریدی نے جملہ پورا کردیا۔ لنکن کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

حمید پھر پچھلی سیٹ پر جا پہنچا۔ بائیں جانب کے دروازے سے لگے ہوئے ایک بٹن کو دباتے ہی کھٹاکے کے ساتھ ایک بڑا سا مستطیل خلا نمودار ہوا تھا۔

"ٹھہرو۔" دفعتاً فریدی بولا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ پھر دھماکہ ہوا۔

"خیال رہے کہ صرف ہیڈ لائیٹس نشانہ بنیں۔" اس نے جملہ پورا کیا۔

"اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔" حمید نے سب مشین گن کی نال کھڑکی سے باہر نکالتے ہوئے کہا۔

"تو پھر رہنے دو۔"

"کمال کرتے ہیں آپ وہ ہم پر بم برسا رہے ہیں۔ اگر ایک آدھ ان میں سے مر بھی گیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

''میرے لئے فرق پڑتا ہے کیونکہ میں ابھی سن چکا ہوں وہ کسی اور کے احکامات پر عمل کررہے ہیں۔''

''تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔''

''کرائے کے آدمی روٹی کے لئے سر سے کفن باندھتے ہیں۔ مجھے ان سے ہمدردی ہے اور اس وقت تک رہے گی جب تک ہماری سوسائٹی صحیح معنوں میں انسانی سوسائٹی نہیں ہو جاتی۔ مشین گن رکھ دو..... اگر یہ گاڑیوں سے اُتر بھاگے تو اندھیرے میں ہم انہیں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔''

اچانک لڑکی نے قہقہہ لگایا۔

''اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''کرنل صاحب ان شریف آدمیوں سے واقف نہیں ہیں اسی لئے ایسی باتیں کررہے ہیں۔''

''اگر تم میری معلومات میں اضافہ کرسکو تو ممنون ہوں گا۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''میرا خیال ہے کہ یہی لوگ چودھری صاحب کی موت کا باعث بنے ہیں۔''

''خیال کی وجہ.....؟''

''بڑی عجیب بات ہے کہ آپ یعنی..... کرنل فریدی..... وجہ پوچھ رہے ہیں۔''

''میں غیب دان تو نہیں ہوں؟''

دفعتاً ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ''ہیلو..... گاڈ آف ڈیزاٹ..... ہیلو..... ہیلو!''

''بولو..... کیا بات ہے۔'' دوسری آواز آئی۔

پہلی آواز۔ ''ابھی میں نے ٹرانسمیٹر پر اُن کی آوازیں سنی ہیں۔ اُن کے پاس مشین گن ہے۔ ہمیں نشانہ بنا سکتے ہیں اُوور.....!''

پہلی آواز ''میں بھی اُن کی آوازیں سن رہا ہوں..... اور اب میں تم سے مخاطب ہوں کرنل فریدی..... میں ریت کا دیوتا..... تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ واپس جاؤ..... میں تمہیں بتاتا ہوں کہ چودھری شیر علی خان جو میرا پجاری تھا مجھ سے باغی ہوکر روپوش ہوگیا ہے۔ مرنے کا ڈرامہ محض اس لئے اسٹیج کیا ہے کہ تم اپنے ماتحت کیپٹن حمید کی حمایت میں مجھ تک آ پہنچو۔ مجھے اتنا ہی کہنا تھا۔ اب میں اپنے ان پجاریوں سے مخاطب ہوں جو تمہارا تعاقب کررہے

ہیں۔ سنو میرے بچو..... تم وہیں سے واپس ہو جاؤ..... کرنل فریدی کو سعد آباد پہنچنے دو..... اب میں یہی چاہتا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب۔" کسی نے جواب میں کہا اور پھر آوازیں آنی بند ہو گئیں۔

فریدی نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

"سنا تم نے۔" حمید نے لڑکی کا شانہ ہلا کر کہا۔

"میں سن رہی تھی لیکن.....!"

"لیکن کیا.....؟" حمید کے لہجے میں تلخی تھی۔

"کچھ بھی نہیں۔" فریدی بولا۔ "اب تم دوبارہ سو سکتی ہو۔"

"آپ کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔"

"میں سب کچھ سمجھتا ہوں..... تم جانتی ہو کہ چودھری شیر علی زندہ ہیں۔"

"ہاں میں جانتی ہوں..... وہ اس آدمی کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم نہیں کر سکے تھے اس لئے اس طرح انہوں نے آپ کو اس آدمی کی راہ پر ڈالا ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" فریدی بولا۔ "اب تم سو جاؤ..... ہم پھر کبھی اس مسئلے پر گفتگو کریں گے۔"

"اب مجھے نیند نہیں آئے گی؟"

"اچھا تو یہی بتا دو۔" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا وہ شخص سچ مچ میرا ماموں ہے۔"

"یہ بالکل درست ہے کیپٹن حمید..... چودھری صاحب کو میں اپنا باپ سمجھتی ہوں۔ اگر وہ اس شخص سے دو چار نہ ہوئے ہوتے تو مرنے کے بعد ہی آپ کو ان کا ترکہ پہنچتا اور آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہوتا۔ میں بیان نہیں کر سکتی کہ وہ آپ کو کتنا چاہتے تھے۔ پچھلے ماہ کی بات ہے آپ آرلکچنو میں اپنے ایک بھاری بھرکم دوست کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ہم دونوں بھی وہیں تھے۔ آپ ہنس رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے، آپ اپنے دوست کو چھیڑ رہے تھے اور میں چودھری صاحب کی بے تابیاں دیکھ رہی تھی۔ آخر کار وہ رو پڑے تھے۔ کہنے لگے کتنی بڑی ٹریجڈی ہے۔ میں اپنے خون کو یہ نہیں بتا سکتا کہ میں کون ہوں..... میں اس کی پیشانی نہیں چوم سکتا۔"

حمید کا دم گھٹنے لگا۔ اس کے بعد اس نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

کچھ دیر بعد لڑکی ہی نے پوچھا۔ ''آپ کیا سوچنے لگے۔''

''میں سوچ رہا ہوں کہ آدمی سے زیادہ بے بس جانور اس زمین پر شائد ہی کوئی دوسرا پایا جاتا ہو۔''

''اس میں تو شک نہیں۔'' لڑکی بولی۔ ''بعض اوقات وہ اپنی گردن کٹ جانے پر واویلا بھی نہیں کر سکتا۔''

''میں تم دونوں سے متفق نہیں ہوں۔ آدمی میں صرف اخلاقی جرأت ہونی چاہئے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت اُسے زیر نہیں کر سکتی۔''

''شریف آدمیوں میں اخلاقی جرأت نہیں ہوتی۔''

''وہ شریف نہیں بلکہ غلط تربیت کا شاہکار ہوتے ہیں۔ بزدل ہوتے ہیں۔ سچی بات بھی کسی کے منہ پر نہیں کہہ سکتے اور اپنی اس کمزوری پر فراخ دلی کا غلاف چڑھائے رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دل آزاری اُن کا شیوہ نہیں۔ شائد تم بھی ایسے ہی گدھوں کے ریوڑ سے تعلق رکھتے ہو۔''

''بالکل درست ہے۔'' حمید چہک کر بولا۔ ''اب میں ان محترمہ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر انہوں نے مجھے سعد آباد سے تین میل کے فاصلے پر مرجانے دیا ہوتا تو میری رات اس طرح تباہ نہ ہوتی۔''

لڑکی ہنس پڑی۔

چاروں طرف ہُو کا عالم تھا۔ لنکن سڑک پر بے آواز تیرتی چلی جا رہی تھی۔ اُن گاڑیوں کا اب کہیں پتہ نہیں تھا جو کچھ دیر پہلے ان کا تعاقب کرتی رہی تھی۔

''سعد آباد اب تقریباً کتنی دور ہوگا۔'' حمید نے لڑکی سے پوچھا۔

''تیس چالیس میل۔ اب تو صبح ہونے والی ہے۔''

''ہو بھی چکے کسی صورت سے تاکہ میں تمہاری شکل دوبارہ دیکھ سکوں؟''

''ہاں ایک بات۔'' اگلی سیٹ سے فریدی کی آواز آئی۔ ''تمہیں اس فلم کی تلاش کا کیا طریقہ بتایا گیا تھا.....؟''

''کچھ بھی نہیں۔ بس یہی کہ اسے شاہد عزیز کے فلیٹ میں تلاش کرنا ہے؟''

''کیا تمہیں پوری طرح یقین ہے کہ شاہد عزیز چودھری صاحب کے ہمدردوں میں سے تھا۔''

''مجھے پوری طرح یقین ہے جناب۔ وہ محض اسی لئے مار ڈالے گئے کہ ان کے پاس بھی ان لوگوں کے خلاف کچھ ثبوت تھے۔''

''اور یہ بھی درست ہے کہ شمشاد کی حویلی میں پائی جانے والی لاش بھی تمہارے لئے کسی اجنبی ہی کی تھی۔''

''جی ہاں یقین کیجئے۔ میں اب آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔''

''شمشاد کی پوزیشن واضح کرنے کی کوشش کرو۔''

''جو کچھ میں آپ کو پہلے بتا چکی ہوں اس میں صرف اتنا اضافہ کروں گی کہ چودھری صاحب نے اس معاملے میں شاہد عزیز کے علاوہ اور کسی کو راز دار نہیں بنایا تھا۔ شمشاد سے بس دوستی تھی۔''

''لیکن کچھ لوگ شمشاد کے بھی پیچھے پڑ گئے ہیں کیونکہ اسے بھی چودھری صاحب کی موت پر یقین نہیں ہے۔''

''میں اس سلسلے میں بالکل لاعلم ہوں۔''

''پھر تم حمید کو اس کی حویلی میں کیوں لے گئی تھیں اور غیر قانونی طور پر اس کا قفل کیوں کھولا تھا۔''

''میں نے چودھری صاحب کی ہدایات پر عمل کیا تھا۔ یقین کیجئے میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہیں ورنہ ان سے بہتیری باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتی۔ صرف ان کے احکامات پر عمل کر رہی ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ شائد چودھری صاحب کو علم نہیں تھا کہ شمشاد اتنی جلدی حویلی میں جا پہنچے گا۔ کیونکہ وہ تو بہت دنوں سے خالی پڑی تھی۔ ارادہ تھا کہ شام تک کیپٹن حمید کو وہیں روک کر کسی طرح واپس کر دیا جاتا۔ لیکن وہاں ایک لاش دیکھ کر میں بُری طرح نروس ہوگئی اور مجھے بھاگنا پڑا۔''

''پھر لاش جلا کر مسخ کر دی گئی تھی...... یہ اس وقت ہوا جب شمشاد اور حمید تمہاری تلاش

میں نکلے تھے۔ کسی نے شمشاد کے ملازم کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کر دیا اور عمارت کے اس حصے میں آگ لگا دی جس میں لاش پڑی ہوئی تھی۔"

"مجھے بعد کے حالات کا علم نہیں۔ وہاں سے بھاگ کر میں سیدھی شہر آئی تھی اور مے پول ہوٹل میں قیام کیا تھا۔ چودھری صاحب نے فون پر مجھے شاہد عزیز کے قتل کی اطلاع دی اور کہا کہ میں اس کے فلیٹ میں فلم تلاش کرنے کی کوشش کروں۔"

یہاں حمید بھی فریدی سے سوال کرنا چاہتا تھا کہ آخر اچانک اس نے وہ فلم کیسے برآمد کر لی تھی لیکن پھر نامناسب سمجھ کر خاموش ہی رہا۔

پو پھٹنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد انہیں مسجدوں کے منارے نظر آئے۔ عمارتیں کہر میں لپٹی ہوئی تھیں۔

"وہ سعد آباد میں داخل ہوئے اور لڑکی نے چودھری شیر علی کی حویلی تک اُنکی رہنمائی کی۔"

گاڑی بڑے سے پھاٹک پر رکی۔ پائیں باغ کی چہار دیواری بیس فٹ سے کم بلند نہ رہی ہوگی۔ پھاٹک بند تھا۔ پھاٹک کھلوانے کیلئے وہ گاڑی سے اُتر ہی رہے تھے کہ اندر سے پے در پے فائروں کی آوازیں اور ایک طویل چیخ سنائی دی۔ فریدی پھاٹک کی طرف جھپٹا۔

دشوار گزار راستے

حمید نے لڑکی کی طرف مڑ کر دیکھا وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔

فائروں اور چیخ کے بعد اندر سناٹا چھا گیا تھا۔

"اوہ.....!" لڑکی بڑبڑائی۔ "یہ خطرناک ہوگا۔"

وہ پھاٹک کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حمید نے بھی مڑ کر دیکھا۔ فریدی پھاٹک کی پٹیوں پر پیر جماتا ہوا اوپر چڑھ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دیوار پر پہنچ گیا۔ پھر انہوں نے اسے دوسری طرف اترتے دیکھا۔

اس کے بعد پھاٹک کھلنے میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں لگا تھا۔

پھاٹک کھول کر فریدی گاڑی میں آ بیٹھا اور انہیں بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور تیز رفتاری سے پھاٹک میں داخل ہو کر طویل برآمدے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

''یہاں کون کون رہتا ہے۔'' حمید نے لڑکی سے پوچھا۔

''صرف دلاور..... چودھری صاحب کو اس کے علاوہ کسی پر بھی اعتماد نہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ بھی اس راز میں شریک نہیں۔ وہ بھی یہی سمجھتا ہے کہ چودھری صاحب خدانخواستہ انتقال کر چکے ہیں۔''

وہ گاڑی سے اُترے۔ عمارت کا صدر دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔

''تم دونوں یہیں اسی جگہ ٹھہرو۔'' فریدی نے صدر دروازے کے قریب رکتے ہوئے کہا۔ ''میری واپسی سے پہلے اندر نہ جانا خواہ کچھ ہو۔ ریوالور ہاتھ میں رکھو۔''

پھر وہ برآمدے سے اُتر کر پائیں باغ کی قد آدم باڑھوں کے درمیان گم ہو گیا تھا۔

''کیا خیال ہے۔'' حمید آہستہ سے بولا۔ ''کیا انہوں نے دلاور کو مار ڈالا۔''

''خدا جانے..... اب تو میرے اعصاب جواب دے رہے ہیں..... وہ بیچارہ بوڑھا آدمی..... آلہ سماعت کے بغیر کسی قسم کی بھی آواز نہیں سن سکتا۔''

''مجھ پر بھی تو ترس کھاؤ..... کل سے دھکے کھاتا پھر رہا ہوں۔''

''کوئی فلرٹ لڑکی ساتھ ہوتی تو آپ خاصے مگن نظر آتے کپتان صاحب۔''

''ہائے..... تم یہ بھی جانتی ہو۔''

''میں تو شاید یہ بھی جانتی ہوں کہ بھوک کے مارے آپکا معدہ بالکل خشک ہو چکا ہوگا۔''

''بُرا کیا یاد دلا کر.....!'' حمید نے کھلے ہوئے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

پھر اس کی طرف مڑ کر رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ''اگر دلاور سچ مچ مار ڈالا گیا ہو تو سیدھی باورچی خانے میں چلی جانا۔''

''کتنے بے درد ہیں آپ لوگ۔'' اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''بے دردی ہمارے نصاب تعلیم میں شامل ہوتی ہے۔ کسی لاش پر آنسو بہانے کے

لئے ہمیں بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔''

''آج تک یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی کہ کرنل جیسے نرم دل اور سنجیدہ لوگوں کی آپ جیسوں سے کس طرح نبھ جاتی ہے۔''

''کرنل کی تو بات ہی نہ کرو۔''

''کیوں نہ کروں..... کیا میں نے اُن کی گفتگو نہیں سنی تھی۔ جب آپ مشین گن سے اندھا دھند فائرنگ کرنے کی اجازت مانگ رہے تھے۔''

''تم انہیں سمجھ سکی ہوتیں تو کوئی رائے قائم کرنے میں بہت محتاط ہوتیں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''کچھ بھی نہیں۔ ارے میری بات کرونا۔ کرنل فریدی کو کیوں لے دوڑیں۔''

''ایسا شائستہ اور مہذب آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا.....!''

''اور میں لفنگا ہوں..... کیوں؟''

''چودھری صاحب کبھی کبھی پیار سے آپ کو لفنگا ہی کہا کرتے تھے کپتان صاحب۔ وہ آپ کے ابتدائی حالات سے بھی پوری طرح باخبر رہے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ آپ بھی جاگیردار طبقے سے انہی کی طرح متنفر ہیں۔ جاگیردارانہ رکھ رکھاؤ اور مصلحت آمیز اخلاق سے انہیں شدید نفرت ہے۔ میرے چودھری بابا بہت عظیم ہیں، کپتان صاحب۔''

''مجھے اس پر کیوں مجبور کر رہی ہو کہ میں تمہاری عزت کرنے لگوں۔''

''وہ تو کرنی ہی پڑے گی کپتان صاحب۔ میری تربیت چودھری بابا کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ میں ان کے اور آپ کے لئے جان تک دے سکتی ہوں۔ ہر اس شخص کے لئے سب کچھ قربان کر سکتی ہوں، جسے چودھری بابا عزیز رکھتے ہوں۔''

''اے معلمۂ اخلاقیات۔ اب بس کرو، ورنہ میں بور ہو کر مر جاؤں گا۔ سنجیدگی سے مجھے نفرت ہے۔''

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ فریدی واپس آ گیا۔

''دلاور کی کیا عمر ہے؟'' اس نے لڑکی سے پوچھا۔

''کم از کم پینسٹھ سال.....ہوسکتا ہے ستر کے قریب ہو۔''

''تب وہ دلاور نہیں ہوسکتا..... جوان آدمی ہے۔ گولی ران میں لگی ہے اور وہ بے ہوش پڑا ہے۔ شائد تم اسے پہچان سکو۔''

پھر اس نے حمید کو وہیں ٹھہرنے کا مشورہ دیا اور لڑکی کو ساتھ لے کر چلا گیا۔

دو یا تین منٹ بعد وہ واپس آ گئے۔ لڑکی کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔''

''کیا شناخت ہو سکی۔'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں۔'' فریدی نے کہا۔ ''اب تم آؤ..... اسے اٹھا کر اندر لے چلیں گے۔''

''ایسا رشتہ دار ثابت ہوا ہے۔'' حمید نے لڑکی کی طرف دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔ وہ کچھ نہ بولی۔

زخمی کی عمر بیس سال رہی ہوگی۔ خوش شکل نوجوان تھا۔ لباس سے خوش سلیقہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے اسے اٹھایا اور برآمدے تک لائے۔ پھر اس کے کمرے تک لڑکی نے رہنمائی کی تھی جہاں اسے لٹانا تھا۔

گولی ران کا گوشت پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔ زخم سے خون رس رہا تھا۔ لڑکی فرسٹ ایڈ بکس لینے چلی گئی تھی۔

''لڑکی کا کہنا ہے کہ یہ بھی انہیں خاندانوں میں سے ایک کا فرد ہے جن کی کفالت چودھری صاحب نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔'' فریدی بے ہوش زخمی پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

''ہوں..... لیکن مجھے آپ کے اطمینان پر حیرت ہے۔ نہ آپ کو فائر کرنے والے کی فکر ہے اور نہ دلاور کی۔''

''فائر کرنے والا نکل گیا ہوگا..... اور مجھے یقین ہے کہ دلاور سو رہا ہوگا۔ لڑکی نے بتایا ہے کہ چودھری صاحب نے دلاور کو اپنے راز میں شریک نہیں کیا تھا۔''

''اور شاید یہ لڑکا شریک راز ہو.....!'' حمید نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ اس پر روشنی نہیں ڈال سکی۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ لڑکی فرسٹ ایڈ بکس سمیت واپس آ گئی۔

''دلاور سو رہا ہے..... میں نے ابھی اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔'' اس نے کہا۔

''تم نے اچھا کیا۔'' فریدی بولا۔ اس کے بعد وہ زخمی کی مرہم پٹی میں لگ گیا تھا۔

حمید نے اس کمرے کی دیوار پر بھی اپنی ایک تصویر دیکھی۔ لڑکی جو اسی کی طرف دیکھ رہی تھی جلدی سے بول پڑی۔ ''دیوان خانے میں ایک قد آدم تصویر بھی ہے۔''

''آؤ..... میں پوری عمارت دیکھنا چاہتا ہوں۔ کرنل صاحب زخمی کو سنبھال لیں گے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے اسکا زخم صاف کرتا رہا اور یہ دونوں کمرے سے نکل آئے۔

''بہت بڑی عمارت تھی۔ دونوں منزلوں پر ستائیس کمرے تھے اور ان ستائیس کمروں میں شائد ہی کوئی کمرہ ایسا ہو جس میں حمید کے ایک دو پوز موجود نہ ہوں۔''

حمید تہہ خانوں کی موجودگی کے امکانات کا بھی جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ لیکن اس لڑکی سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ البتہ اس نے ریت کے دیوتا کی بات چھیڑ دی۔

''میں بالکل نہیں جانتی کہ وہ کیا بلا ہے۔'' لڑکی نے کہا۔ ''راستے میں ٹرانسمیٹر پر اس کی آواز اور گفتگو سن کر دم بخود رہ گئی تھی۔ چودھری بابا نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ ان کے دشمن کس قسم کے لوگ ہیں اور دشمنی کی وجہ کیا ہے۔''

''اب اس زخمی لڑکے کے بارے میں بتاؤ کرنل صاحب کہہ رہے تھے کہ تم اسے جانتی ہو۔''

''اس کی بیوہ ماں اور دو بہنوں کی کفالت بھی چودھری صاحب ہی کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ یہ لڑکا بھی۔''

وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ ''نہیں یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ انہوں نے میرے اور شاہد عزیز کے علاوہ اور کسی پر کبھی اتنا اعتماد نہیں کیا تھا۔''

''ہوں..... اچھا اب دلاور صاحب کے درشن بھی کرا دو..... لیکن ٹھہرو..... یہ بتاؤ کہ جب میرے ماموں صاحب نے انتقال ہی نہیں فرمایا تو پھر لاش کس کی دفن کی گئی تھی اور دلاور سے یہ بات کیونکر چھپائی گئی تھی۔''

''دلاور کو ان دنوں چھٹی دے دی گئی تھی اور وہ اپنے گاؤں چلا گیا تھا۔ واپسی پر کیسی کیسی پچھاڑیں کھائی ہیں اس نے، ہم تو سمجھتے تھے شائد وہ روتے روتے مر جائے گا۔''

''دلاور سے کیا کہا گیا تھا.....؟''

''یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔''

''قبر معلوم ہے؟''

''کیوں نہیں؟''

دلاور بیدار ہو چکا تھا۔ لڑکی نے اسے حمید سے ملایا۔ پہلے تو چندھیائی ہوئی آنکھوں سے حمید کو دیکھتا رہا پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کے پیروں سے چمٹ گیا اور اس طرح دھاڑیں مار مار کر رویا کہ فریدی کو بھی اسی جگہ پہنچ جانا پڑا۔

بڑی مشکل سے اس کا رونا تھما تھا۔ فائروں سے متعلق پوچھا گیا۔ تو اس نے بتایا کہ آلہ سماعت کے بغیر بجلی کا کڑاکا بھی نہیں سن سکتا۔

''یہ بہت اچھی بات ہے کہ اللہ پاک نے اسے بہرہ کر دیا ہے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''ورنہ یہ فائروں کے سلسلے میں اتنا بور کرتا کہ پھر ناشتہ کرنے کی ہمت بھی مجھ میں باقی نہیں رہتی۔''

''حد کر دی آپ نے بھی۔'' لڑکی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولی۔ ''جا رہی ہوں باورچی خانے میں۔ آدھے گھنٹہ میں ناشتہ آپ کو مل جائے گا۔''

وہ دلاور کو اپنے ساتھ ہی لے گئی تھی۔ فریدی کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد وہ دوسری طرف مڑ گیا۔

حمید اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ پھر اسی کمرے میں آئے جہاں زخمی لیٹا تھا۔

لیکن یہاں تو اب کوئی بھی نہیں تھا۔ بستر خالی نظر آیا۔ فریدی کمرے سے نکل کر صدر دروازے کی طرف جھپٹا۔

پھر حمید باہر نکلا تو فریدی اسے کہیں دکھائی نہ دیا۔ لہٰذا وہ برآمدے ہی میں رک کر پائیں باغ میں نظر دوڑاتا رہا۔ ویسے اس کا خیال تھا کہ زخمی بے ہوش ہی رہا ہوگا ورنہ فریدی اسے تنہا چھوڑ کر اُن تک نہ پہنچتا۔

اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے صدر دروازے سے کوئی اسکی نگرانی کر رہا ہو۔ وہ تیزی سے مڑا۔ لیکن دوسرا اس سے بھی زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ بس حمید اسکی ہلکی سی جھلک دیکھ سکا۔

وہ دوڑتا ہوا صدر دروازے سے گزرتا چلا گیا۔ راہداری کے سرے پر پھر وہ صرف اس کے لباس کی جھلک دیکھ سکا تھا۔

وہ بھی اسی طرف مڑا جدھر اس نامعلوم آدمی کی جھلک دکھائی دی تھی۔

آدمی تھا یا چھلاوہ..... راہداری کے اس بازو میں بھی صرف اس کے لباس کی جھلک دکھائی دی۔ وہ ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔

لیکن جب حمید کمرے میں داخل ہوا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

''سنو دوست۔'' اس نے بہ آواز بلند کہا۔ ''تم خواہ فضا میں تحلیل ہو جاؤ میں تمہیں بھوت سمجھنے پر تیار نہیں۔''

''کمرے سے نکاسی کا کوئی اور دروازہ بھی نہیں تھا جس کی بناء پر سوچا جاسکتا کہ وہ اُدھر سے کسی دوسری طرف جا نکلا ہوگا۔''

وہ چاروں طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ راہداری سے فریدی کی آواز آئی۔ ''حمید..... تم کہاں ہو؟''

حمید جھپٹ کر دروازے پر پہنچا تھا اور فریدی کو اُس طرف آنے کا اشارہ کیا تھا۔

''کیا بات ہے۔'' اس نے قریب پہنچ کر اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

پھر حمید کی زبانی صورت حال کا علم ہوتے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔

دس پندرہ منٹ کی تلاش وجستجو کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس عمارت میں تہہ خانے بھی موجود ہیں۔

''دروازہ بند کر کے بولٹ کر دو۔'' اس نے حمید سے کہا۔

حمید دروازہ بند کر کے پھر اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''آپ کس نتیجے پر پہنچے؟'' اس نے فریدی سے پوچھا۔

''احمقوں کی سی باتیں نہ کرو۔ اگر یہاں تہہ خانے نہیں ہیں تو پھر وہ کوئی بھوت تھا۔''

''لیکن میری دانست میں داخلے کا راستہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ پلک جھپکتے غائب ہو سکے۔''

''ایسا ہی ہے حمید صاحب! تم یہ نہ سمجھو کہ تہہ خانے میں داخل ہونے کیلئے تمہیں فرش پر پڑا ہوا قالین اٹھانا پڑے گا۔ یہ ملبوساتی الماری دیکھ رہے ہو۔ اسکے بائیں جانب ڈھائی فٹ چوڑا فریم جسمیں تمہارے مختلف پوز نیچے سے اوپر تک جڑے ہوئے ہیں بالکل غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ ساری تصویریں کمرے میں مختلف جگہوں پر لگائی جاسکتی تھیں۔ خیر..... دیکھو۔''

فریدی نے الماری کے قریب پہنچ کر اس فریم کے اوپری حصے پر لگے ہوئے بڑے سے آہنی گرپ کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ فریم سرک کر الماری کے پاٹ کے نیچے غائب ہو گیا اور اب اس کی جگہ ڈھائی فٹ چوڑا اور چھ فٹ اونچا خلاء نظر آ رہا تھا۔

''تشریف لے چلئے۔ یہی ہے تہہ خانے کا راستہ۔'' اس نے پیچھے ہٹ کر حمید سے کہا۔

اس خلاء سے گزرتے ہی فریم پھر اپنی جگہ واپس آ گیا تھا۔ فریدی نے مڑ کر دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ ''اس طرح وہ چشم زدن میں تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ہوگا۔ ریوالور نکال لو۔''

گیارہ زینے طے کر کے وہ نیچے پہنچے۔ یہاں کئی بلب روشن تھے اور کہیں سے جنریٹر کی ہلکی سی آواز آ رہی تھی۔ تہہ خانے کے اس حصہ میں کچھ ایسا سامان نظر آیا جیسا سائنسی تجربہ گاہوں میں عام طور پر دکھائی دیتا ہے۔

حمید کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ فریدی کے پیچھے اس طرح چل رہا تھا جیسے اس کا محافظ خصوصی ہو۔ عقابی نظروں سے گردوپیش کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔

''اوہو.....!'' دفعتاً فریدی بولا۔ ''یہاں تو آٹھ ملی میٹر کا پروجیکٹر بھی موجود ہے۔''

حمید بائیں جانب والے دروازے کو دیکھنے لگا تھا جس میں اس نے ہلکی سی جنبش محسوس کی تھی۔ اس نے فریدی کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرائی۔

''فکر نہ کرو۔ یہاں پہنچے ہیں تو سب کچھ دیکھیں گے۔'' فریدی بولا۔

لیکن حمید نے جھپٹ کر دروازے پر ٹکر ماری۔ دروازہ کھل گیا اور ساتھ ہی کوئی اچھل کر دوسری طرف فرش پر جا پڑا۔

یہ وہی زخمی تھا جو کچھ دیر پہلے اوپر والے ایک کمرے سے غائب ہو گیا تھا۔

اس نے کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن حمید کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

''اُٹھو.....!'' حمید ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

اتنی دیر میں فریدی بھی وہیں پہنچ چکا تھا۔

زخمی اُٹھا تو لیکن شاید اس کا زخم کھڑے رہنے میں مزاحم ہو رہا تھا لہٰذا پھر گر پڑا۔

''تم یہاں کس طرح پہنچے۔'' فریدی نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''م.....میں نہیں جانتا... کسی نے پائیں باغ میں مجھ پر فائر کیا تھا....پھر کچھ یاد نہیں۔''

''تم مجھے بے ہوش ملے تھے۔ اُٹھا کر اندر لایا تھا۔ تمہارے زخم کی ڈریسنگ کی تھی اور پھر تم وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے تو یہیں ہوش آیا ہے۔''

''تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔''

وہ کچھ نہ بولا۔ فریدی نے حمید سے کہا۔ ''اُسے فرش سے اٹھا کر کرسی پر بٹھا دو۔''

کرسی پر بیٹھ کر اس نے پشت گاہ پر گردن ڈال دی۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ رک رک کر سانس لے رہا تھا۔

''میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تھا۔'' فریدی نے اسے پھر مخاطب کیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے پلکیں جھپکا تا رہا پھر بولا۔ ''پپ پہلے .....آپ بتائیے کہ آپ لوگ کون ہیں۔''

''انہیں تو تم پہچانتے ہی ہو گے۔ اگر پہلے بھی حویلی میں آتے رہے ہو۔'' اس نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''جج.....جی ہاں..... یہ چودھری بابا کے بھانجے ہیں۔''

''بس پھر مطمئن رہو۔ اگر تم چودھری صاحب کے ہمدردوں میں سے ہو تو تمہیں زیادہ تشویش نہیں ہونی چاہئے۔''

''م..... مجھے عاقل خان نے بھیجا تھا۔'' زخمی بولا۔

''شمشاد کا ملازم..... عاقل خان۔'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''جج.....جی ہاں۔''

''کیوں بھیجا تھا.....؟''

''شمشاد صاحب کو چودھری بابا کی موت پر گہری تشویش ہے۔ انہوں نے اُن کے کچھ دشمنوں کا پتہ لگایا ہے۔ جنہیں حویلی میں کسی چیز کی تلاش ہے۔ یہاں ہم سبھی چودھری بابا کے جانثاروں میں سے ہیں لہٰذا میں اُن کے لئے جان دینے پر تیار ہو گیا۔''

''تمہیں یہاں کرنا کیا تھا.....؟'' فریدی نے پوچھا۔

''بس یہی دیکھنا تھا کہ وہ لوگ کون ہیں جو چوری چھپے حویلی میں داخل ہوکر کچھ تلاش کرتے ہیں۔''

''تم پر فائر کس نے کیا تھا.....؟''

''میں نہیں دیکھ سکا تھا..... کک.....کئی فائر کئے تھے۔ ایک گولی ران میں لگی تھی۔ پھر کچھ یادنہیں کہ کیا ہوا.....اور جب ہوش آیا تو میں یہاں فرش پر پڑا تھا۔''

''شاہدہ کو جانتے ہو.....؟''

''کک.....کون شاہدہ.....اوہ.....اچھا.....شائد آپ کی مراد شاداں سے ہے۔''

حمید نے شاہدہ کا حلیہ بیان کرنے کی کوشش کی اور وہ سر ہلا کر بولا۔''جی ہاں..... وہ شاداں ہی تو ہے۔''

''اُس کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''وہ چودھری بابا کو باپ سمجھتی ہے۔ ہم سب پر اُن کے بڑے احسانات تھے۔''

''کیا تم اُن کے جنازے میں شریک ہوئے تھے۔''

''جی ہاں۔''

''اندازاً کتنے لوگ رہے ہوں گے جنازے میں۔''

''بے شمار لوگ تھے۔''

''شمشاد اور شاہد عزیز کہاں تھے۔''

''وکیل صاحب تو تھے لیکن شمشاد صاحب دو دن بعد پہنچے تھے۔ اُنکے انتقال کی خبر سن کر۔اوہ....میرے خدا....اب مجھ سے بیٹھا بھی نہیں جارہا۔ پوری ٹانگ مفلوج ہوتی جارہی ہے۔''

''انہیں اُٹھا کر صوفے پر لٹا دو.....!'' فریدی نے حمید سے کہا۔

لیکن لیٹتے ہی ایک بار پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔

اسے وہیں چھوڑ کر وہ پورے تہہ خانے میں مختلف زاویوں سے چھان بین کرتے پھرے تھے۔ یہ تہہ خانے بھی اتنے ہی وسیع تھے جتنی بڑی اوپر کی عمارت تھی۔ پندرہ بڑے بڑے کمرے حمید نے شمار کئے۔

''آخر.....وہ کہاں گیا جس نے ان تہہ خانوں تک ہماری رہنمائی کی تھی۔'' حمید کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔

''فکر نہ کرو.....آؤ اسی کمرے میں چلیں جہاں پروجیکٹر دیکھا تھا۔'' فریدی نے کہا۔

''خوب یاد آیا۔'' حمید چونک کر بولا۔ ''آپ نے شاہد عزیز کے فلیٹ سے اچانک وہ فلم کیسے برآمد کرلی تھی۔''

''یہی بتانا چاہتا تھا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ جب تم گھر آئے تھے تو میں تجربہ گاہ میں تھا اور اس وقت تجربہ گاہ میں اندھیرا تھا۔''

''جی ہاں..... مجھے یاد ہے۔ لیکن میں وجہ نہیں دریافت کرسکا تھا۔''

''شاہد عزیز کے بستر کے نیچے سے مجھے آٹھ ملی میٹر فلم کا ایک فریم ملا تھا۔ میں نے اسے پروجیکٹر پر دیکھا تو اس میں صرف اُسی بک شیلف کی تصویر نظر آئی جسے توڑ کر میں نے فلم برآمد کی تھی۔''

''اوہو.....تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خود اسے بھی اپنے قتل کردیئے جانے کا خدشہ لاحق ہوگا۔ اسی لئے اس نے وہ فریم بستر کے نیچے رکھا ہوگا تاکہ اس کی عدم موجودگی میں بھی کوئی اس فلم کو حاصل کرسکے۔ مگر کون؟''

''یہی تو دیکھنا ہے.....آؤ۔''

وہ دونوں پھر اُسی کمرے میں آئے جہاں اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں تھیں۔ فریدی نے وہ فلم پروجیکٹر پر چڑھائی جو شاہد عزیز کے بک شیلف سے برآمد ہوئی تھی۔

حمید نے سوئچ آف کرکے وہاں کے بلب بجھائے اور پروجیکٹر کی روشنی چھوٹے سے اسکرین پر پڑنے لگی۔ پروجیکٹر کے متحرک ہوتے ہی اسکرین پر ایک دشوار گزار راستے کے پیچ وخم نظر آنے لگے۔ چاروں طرف اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ پانچ منٹ کی اس فلم میں ویرانوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اختتام ایک بہت بڑے بت پر ہوا جسے ایک چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

''یہ کیا بلا ہے؟'' حمید بڑبڑایا۔

''پتھر کا دیوتا۔'' فریدی نے طویل سانس لی۔

''لل..... لیکن ..... وہ ریت کا دیوتا۔''

''احمقانہ سوالات نہ کرو..... دیکھنا یہ ہے کہ یہ فلم بندی کس علاقے میں کی گئی تھی۔''

''کیا آپ میرے ماموں کی قبر نہیں کھدوائیں گے۔''

جواب میں فریدی نے اونچی آواز میں کہا ''تمہارے ماموں کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ اب وہ سامنے آجائیں۔ یہ دیکھنا میری ذمہ داری ہے کہ کسی کے خلاف لگائے جانے والے الزامات میں کس حد تک صداقت ہے اور میں انکی حفاظت کی ذمہ داری بھی قبول کرتا ہوں۔''

''کیا یہ آپ شیر علی کو سنا رہے ہیں۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہاں..... میں چودھری صاحب ہی تک اپنی آواز پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس تہہ خانے تک رہنمائی کرنے والے وہی ہیں۔ زخمی لڑکے کو چودھری صاحب ہی نے بحالت بیہوشی تہہ خانے میں منتقل کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں سے میری آواز بخوبی سن رہے ہوں گے۔ تہہ خانے کی بناوٹ ہی بتاتی ہے؟''

''تو پھر آجایئے نا ماموں جان..... میں آپ کو دیکھنے کے لئے بُری طرح تڑپ رہا ہوں۔'' حمید نے بھی ہانک لگائی۔

''دفعتاً بائیں گوشے سے شاہدہ کی آواز سنائی دی۔'' آپ لوگ کہاں سے بول رہے ہیں۔''

براہِ کرم ڈائننگ روم میں تشریف لایئے۔ ناشتہ تیار ہے۔''

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور پھر اس نے ہونٹ سکوڑ کر شانوں کو جنبش دی تھی۔

''کیا قصہ ہے؟''

''قصہ یہ ہے حمید صاحب کہ آپ کے ماموں خواہ مخواہ پُراسرار بننے کی کوشش کررہے ہیں۔ لڑکا انہی کی گولی سے زخمی ہوا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ لڑکا حویلی میں کیوں داخل ہوا تھا۔ سو انہوں نے معلوم کرلیا اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ وہاں نہ ہوگا جہاں ہم اسے چھوڑ آئے تھے۔''

''میں دیکھتا ہوں۔'' حمید جلدی سے بولا۔

''ضرور دیکھو۔''

حمید اس کمرے میں آیا جہاں لڑکے کو چھوڑا تھا۔ لیکن وہ اب بھی وہیں موجود تھا اور اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ البتہ اس کے سرہانے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ رکھا ہوا نظر آیا جو پہلے وہاں نہیں تھا۔ حمید نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔

بہت جلدی میں کسی نے لکھا تھا۔

''لڑکا یہیں رہے گا۔ ورنہ وہ اسے موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔ اسے محض اس لئے حویلی میں بھیجا گیا تھا کہ خود اندازہ کرسکیں کہ وہ بھی اس طرح حویلی میں داخل ہوسکیں گے یا نہیں۔ اس لڑکے کو قانون کا تحفظ حاصل ہونا چاہئے اور اس شخص پر نظر رکھی جانی چاہئے جس نے اسے حویلی میں بھیجا تھا۔''

حمید نے طویل سانس لی اور بے ہوش لڑکے کی طرف دیکھنے لگا۔

تعاقب

کچھ دیر بعد وہ ڈائننگ ہال میں ناشتہ کر رہے تھے۔ لڑکی بھی موجود تھی۔

''آپ لوگ کہاں گفتگو کر رہے تھے۔ دلاور نے پوری عمارت چھان ماری تھی۔'' لڑکی نے حمید کو مخاطب کر کے کہا۔

''کیا یہاں کی جانے والی گفتگو ہر کمرے میں سنی جاسکتی ہے۔'' حمید نے سوال کیا۔

''جی ہاں.....لیکن آپ لوگ کہاں تھے؟''

''تہہ خانے میں۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''کیا مطلب.....!'' لڑکی چونک پڑی۔

''تہہ خانے میں۔'' فریدی نے سر اُٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔''وہ گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔''

''مم.....میں نہیں جانتی کہ یہاں تہہ خانے بھی ہیں۔''

''اگر تم نہیں جانتیں تو پھر ایک کمرے کی آواز دوسرے کمرے تک کیسے پہنچتی ہے۔''

''الیکٹری سٹی پیدا کرنے والا جنریٹر یہاں موجود ہے۔ ڈیزل سے چلایا جاتا ہے۔''

''جنریٹر کہاں ہے؟''

''پائیں باغ میں۔''

''اوہ.....اچھا.....!'' فریدی نے کہا اور کپ میں کافی انڈیلنے لگا۔

''تم اس طرح چونکی تھیں جیسے تمہیں یہاں تہہ خانوں کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔'' حمید نے لڑکی سے کہا۔

''یقین کیجئے۔ مجھے علم نہیں تھا۔'' لڑکی نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا جو سر جھکائے کافی پی رہا تھا۔

''تمہارا نام شاہدہ ہے یا شاداں۔'' حمید نے پوچھا۔

''میں دونوں ناموں سے پکاری جاتی ہوں۔''

''تمہارے پاس آٹھ ملی میٹر کا اسپائی کیمرہ ضرور ہوگا۔ اگر تمہیں سراغ رسانی کا شوق ہے۔'' دفعتاً فریدی نے شاہدہ سے سوال کیا۔

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔'' شاہدہ پھر چونک پڑی۔

''میرا خیال ہے.....! چودھری صاحب کے پاس آٹھ ملی میٹر کا موی کیمرہ تھا۔''

''جی ہاں.....اُن کے پاس تو ہے۔ لیکن آپ میری بات کر رہے تھے؟''

''تمہارے پاس آٹھ ملی میٹر کا اسٹل کیمرہ ہے۔''

''اوہو! تو کیا چودھری بابا سے ملاقات ہوگئی آپ کی۔'' وہ پُرمسرت لہجے میں بولی۔

لیکن فریدی جواب دینے کی بجائے اسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔

''جی ہاں.....میرے پاس آٹھ ایم ایم کا مناکس کیمرہ ہے۔''

''اور وہ کیمرہ اس وقت بھی تمہارے پاس رہا ہوگا جب حمید کو شمشاد کی حویلی میں لے گئی تھیں۔''

''جج.....جی ہاں۔''

''وہ کیمرہ میرے حوالے کردو۔''

''کک..... کیوں؟''

''سنو! تمہارے چودھری بابا یا تم نے جو کچھ بھی کیا ہے اسے کہتے ہیں قانون کو ہاتھ میں لینا۔لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ چودھری صاحب کو اب سامنے آنا چاہئے اور تم سے جو کچھ کہا جائے کرو۔''

''میں نہیں جانتی چودھری بابا کہاں ہیں؟''

''خیر اسے میں دیکھوں گا.....لیکن کیمرہ اسی فلم سمیت مجھے چاہئے جو کل اس میں موجود تھی۔ مجھے یقین ہے کہ تم ابھی اسے ڈیولپ نہ کرسکی ہوگی۔''

''آخر آپ کیمرہ کیوں طلب کررہے ہیں۔''

''تم نے اس لاش کی تصویر ضرور لی ہوگی۔''

''اوہ.....!'' لڑکی نے طویل سانس لی پھر آہستہ سے بولی۔''بہت بہتر..... میں کیمرہ لاتی ہوں۔''

وہ چلی گئی اور حمید نے فریدی سے کہا۔''مجھے یقین نہیں آتا کہ اسے تہہ کانوں کا علم نہ ہوگا۔''

''بالکل غیر ضروری سوال ہے۔'' فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔ کچھ دیر بعد شاہدہ واپس آگئی۔

''یہ لیجئے!'' اس نے ننھا سا منا کس کیمرہ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔''جی ہاں۔ میں نے لاش کی تصویر لی تھی۔فلم اس میں موجود ہے۔''

''شکریہ۔'' فریدی نے کیمرہ لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔''یہ تمہیں واپس کردیا جائے گا اور ہاں ایک آدمی کے لئے ناشتہ اور چاہئے۔''

''کک..... کس لئے۔''

''اس بحث میں نہ پڑو۔''

''اگر آپ لوگوں نے یہاں تہہ خانہ دریافت کیا ہے تو مجھے بھی دکھایئے۔''

''فی الحال یہ ناممکن ہے۔لیکن تم کسی سے بھی اس کا ذکر نہیں کروگی۔''

''میں سمجھتی ہوں۔''

''اچھا.....بس اب جا کر آرام کرو۔ جس کمرے میں قیام کرو اس سے باہر نہ نکلنا۔ بلکہ اسے بند ہی رکھنا۔''

''میرے لائق کوئی کام ہو تو.....!''

''دوپہر کا کھانا۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''شام کی چائے اور رات کا کھانا۔''

''جی بہت بہتر۔'' وہ بُرا مان کر غرائی۔ ''عورتوں کو صرف چولہے ہانڈی تک محدود رہنا چاہئے۔''

''اور نہیں تو پھر کیا کرنل صاحب کھانا پکائیں گے۔'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

''اونہہ ہوگا..... ہاں وہ کہاں گیا حنیف۔''

''تم اس الجھن میں نہ پڑو۔ ایک آدمی کے لئے ناشتہ حمید کے سپرد کر دینا۔'' فریدی نے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ لڑکی حمید کو گھورے جارہی تھی۔ حمید پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔

''تمباکو کب سے پی رہے ہو۔'' دفعتاً اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''پہلا سگریٹ والدہ صاحبہ کی گود میں پیا تھا بعمر پانچ سال۔''

تمباکو سے اس نے پھر حنیف پر چھلانگ لگائی۔

''دیکھو بی شاہدہ! فادر ہارڈ اسٹون نے جو بات مناسب نہیں سمجھی اس کے سلسلے میں میری زبان کس طرح کھلوائی جاسکتی ہے۔ تم فی الحال اپنے کام سے کام رکھو۔ ہاں چلو..... ذرا جلدی سے ایک آدمی کے لئے ناشتہ۔''

وہ بُرا سا منہ بنا کر اُٹھ گئی۔ پندرہ منٹ بعد ناشتے کی ٹرے اٹھائے ہوئے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''اب کرنل صاحب کی ہدایت کے مطابق اپنے کمرے میں جاؤ۔'' حمید نے کہا۔

''میں اپنے گھر جارہی ہوں..... یہاں تو نہیں رہتی۔'' وہ سرد لہجے میں کہتی ہوئی دروازے کی طرف مڑ گئی۔

حمید ناشتے کی ٹرے وہیں چھوڑ کر اسے پائیں باغ کے پھاٹک تک پہنچانے گیا تھا۔

دوپہر کا کھانا وہ اپنے گھر سے پکوا کر لائی تھی۔ کھانے کی میز پر پھر تینوں اکٹھے ہوئے۔

ابھی شروع بھی نہیں کیا تھا کہ دلاور نے شمشاد کی آمد کی اطلاع دی۔

فریدی نے لڑکی کی طرف دیکھا۔

''وہ آتے رہے ہیں یہاں۔'' اس نے کہا۔ پھر حمید سے بولی۔ ''آپ نے شاہد فاروقی اور شاہدہ فاروقی کا ذکر ان سے ضرور کیا ہوگا۔ لہٰذا احتاط رہئے گا۔ ان پر یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ وہ لڑکی میں ہی تھی۔''

''میں اتنا احمق نہیں ہوں۔''

''کسی قدر ضرور ہو۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''تم خود جاؤ اور اسے یہیں لانا۔''

حمید اُٹھ گیا۔ شمشاد کی جیپ کے پیچھے اس کی گاڑی کھڑی نظر آئی۔

''اوہ..... آیئے..... آیئے۔'' حمید پرتپاک انداز میں آگے بڑھتا ہوا بولا۔ ''مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم لوگ یہاں ہیں۔''

''قیاساً.....! پہلے حویلی گیا۔ آپ کی گاڑی کے وہیل ٹھیک کرائے اور ادھر لیتا چلا آیا اور پھر ایک ضروری بات بھی گوش گزار کرنی تھی۔''

''چلئے..... اندر تشریف لے چلئے۔''

حمید اسے ڈائننگ روم میں لایا۔

''آہا... شادو بیٹی بھی موجود ہے۔'' شمشاد نے کمرے میں قدم رکھتے ہی خوش ہوکر کہا۔

''آیئے چچا جان.....!'' لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔ ''کھانے میں شریک ہوجایئے۔''

''ضرور، ضرور..... میں بہت بھوکا ہوں۔ باہر میرے دو آدمی بھی ہیں۔''

''آپ تشریف رکھئے۔ ان کے لئے بھی انتظام کراتی ہوں۔''

فریدی نے اُٹھ کر اس سے مصافحہ کیا تھا۔

شاہدہ کھانے کے دوران ہی میں اُٹھ گئی اور شمشاد فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

''کپتان صاحب کے چلے آنے کے بعد میری حالت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ صبح چار بجے کے قریب کسی قدر سنبھلی تو میں نے آپ کی کوٹھی پر فون کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ لوگ تشریف نہیں رکھتے۔ فوراً خیال آیا کہ سعد آباد گئے ہوں گے۔ کپتان صاحب کی گاڑی بھی یاد آئی میں نے سوچا اسے سعد آباد ہی پہنچا دوں۔ شائد کسی اور سے بھجوا دیتا لیکن ایک اہم

اطلاع نے خود مجھے یہیں آنے پر مجبور کر دیا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ شمشاد چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔

''جب میں کپتان صاحب کے ٹائروں کی مرمت کر رہا تھا ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ گاڑی سے پٹرول کے ٹن نکال کر اندر لے جانے والا میرا منیجر عاقل خان ہی تھا۔''

''اچھا.....!'' فریدی نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔

''اور اب وہ سرے سے غائب ہے۔''

''غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کی حویلی میں آگ لگا کر لاش کو مسخ کر دینے والا عاقل خان ہی تھا۔''

''اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اگر یہ حرکت اسی کی ہے تو پھر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس شخص سے واقف تھا جس کی لاش میں نے حویلی میں دیکھی تھی۔''

''کل حویلی میں پہنچنے سے قبل آپ دونوں کتنے عرصہ تک ساتھ رہے تھے۔''

''میں یہاں تنہا تھا، وہ زمینوں پر تھا۔ کل صبح یہاں میرے پاس آیا تھا۔ کچھ کاغذات کی ضرورت تھی۔ لہٰذا میں اسے ان کاغذات کے لئے اپنے ساتھ حویلی لے گیا تھا۔''

وہ خاموش ہو گیا اور فریدی پُرتفکر انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ''تب تو بہت کچھ سوچا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد کمرے کی فضا پر گہرا سکوت طاری ہو گیا تھا۔''

''کھاتے رہئے۔'' حمید نے شمشاد سے کہا۔ ''باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی۔''

''میں بہت پریشان ہوں کپتان صاحب۔''

''اللہ فضل کرے گا۔ یہ لیجئے..... کباب بہت لذیذ ہیں۔''

دفعتاً فریدی نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ ''کیا آپ کا خیال ہے کہ عاقل خان بھی ریت کے دیوتا کے پجاریوں میں سے ہے۔''

شمشاد کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ پڑا۔

''ر ر ر ریت کا دیوتا..... کک..... کیا مطلب.....؟''

''مطلب آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

''تت.....تو.....آپ جانتے ہیں کہ عاقل خان۔''

''میں آپ کی زبان سے بھی سننا چاہتا ہوں۔''

''کیا آپ میری اور میرے خاندان والوں کی زندگیوں کا تحفظ کر سکیں گے۔''

''حتی الامکان۔''

''وہ اس علاقے میں موت کا فرشتہ مشہور ہے۔ یہاں کے سربرآوردہ لوگ بھی اُس کی مٹھی میں ہیں۔لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔''

''اگر وہ اس علاقے میں اتنا ہی مشہور ہے تو شاداں نے کبھی اس کا نام کیوں نہیں سنا۔''

''شاداں کیا جانے گی.....وہ بیچاری اس کے لئے کیا کر سکے گی۔ اس کے شکار تو ہم جیسے لوگ ہیں جن سے وہ بڑی رقومات حاصل کر سکتا ہے اور آلہ کار بنا کر سرکار دربار سے بھی اپنے کام نکال سکتا ہے۔''

اوہ.....تو آپ نے اب تک اس کے لئے کیا کیا ہے؟''

''مم.....میں نے.....میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ میں چودھری شیر علی کی قبر کھود کر دیکھوں کہ حقیقتاً انہی کا مردہ دفن کیا گیا ہے یا کوئی اور۔لیکن میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کچھ لوگ اس لئے میرے پیچھے لگ گئے ہیں کہ میں نے چودھری کی قبر کھودنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے یہ غلط بیانی اس لئے کی تھی کہ آپ شدومد سے ان لوگوں کی تلاش شروع کر دیں۔ یقین کیجئے یہ ریت کا دیوتا..... بارڈر ایریا کے لوگوں کے لئے مصیبت بنا ہوا ہے۔ میری حویلی میں پائی جانے والی لاش اس کی طرف سے میرے لئے ایک دھمکی تھی اسی کے آدمیوں میں سے کسی نے کپتان صاحب کو اس لاش تک پہنچایا تھا اور آج یہ ثابت ہو گیا کہ عاقل خان جو ہر وقت میری گردن کاٹ سکتا ہے، اسی کے کارندوں میں سے ہے۔''

''وہ اب کہاں مل سکے گا؟''

''تراب نگر میں میرے فارم میں.....وہیں ہوگا.....میں نے آپ کے گوش گزار کر دیا۔ اب میں اپنا اور اپنے خاندان والوں کا تحفظ چاہتا ہوں۔''

''اُس کے افرادِ خاندان کہاں رہتے ہیں۔''

''شمالی سرحد کے قریب کسی علاقے میں۔ میں نے ان میں سے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

عاقل خان تین سال پہلے میرے پاس ملازمت کے لئے آیا تھا اور اپنی کارکردگی کی بناء پر اس عرصہ میں منیجر کے عہدے تک پہنچ گیا۔"

حمید خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اتنے میں شاہدہ آ گئی۔

"کچھ اور چاہئے۔" اس نے حمید سے پوچھا۔

"چورن.....!"

"بھینس کے سری پائے نہیں کھائے آپ نے۔"

حمید کھانا ختم کر چکا تھا۔ فریدی نے اسے اشارہ کیا کہ شاہدہ کو وہاں سے ہٹا لے جائے۔

حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا تو شادو جی اب چل کر رات کے کھانے کی تفصیل سن لیجئے۔"

لڑکی نے اسے بے اعتباری سے دیکھا اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔

کمرے سے نکل کر وہ بیرونی برآمدے میں آ بیٹھے۔ دھوپ کی تپش کے باوجود پتا نہیں کیوں حمید وہیں بیٹھنا چاہتا تھا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں۔" شاہدہ نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"نرگسی کوفتے، گلابی قورمہ، نیلا اسٹو، کالا پلاؤ، بنفشی روٹیاں۔"

"حمید صاحب!؟"

"کھل کر بات کرو..... کیا تم شمشاد کو اچھا آدمی نہیں سمجھتیں۔"

"جب تک کسی کی کوئی بُرائی سامنے نہ آ جائے میں اسے اچھا ہی سمجھتی رہتی ہوں۔"

"کبھی چودھری صاحب سے اس کا جھگڑا بھی ہوا تھا۔"

"میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں۔"

"شاہد عزیز سے۔"

"اس کا بھی علم نہیں۔"

"تمہاری لاعلمی مجھے پاگل کر دے گی۔"

دفعتاً کہیں سے دھماکے کی آواز آئی اور وہ دونوں اچھل پڑے۔ پائیں باغ کے پھاٹک کے قریب کثیف دھوئیں کے مرغولے اُٹھ رہے تھے۔

حمید واقعے کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ فریدی اور شمشاد دوڑتے ہوئے

برآمدے میں آئے۔

''اوہ..... میری گاڑی۔'' فریدی بولا۔

واقعی اس دھوئیں کی اوٹ سے کوئی فریدی کی لنکن لے بھاگا تھا۔

کمپاؤنڈ میں شمشاد کی جیپ اور حمید کی گاڑی موجود تھی اور شمشاد کے دونوں ملازم بھی جیپ ہی میں بیٹھے دکھائی دیئے۔ پھر یہ کون تھا۔ لنکن لے گیا۔

بہرحال انہیں اس کے پیچھے جانا پڑا تھا۔ حمید اپنی گاڑی اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ شاہدہ بھی پچھلی سیٹ پر آ بیٹھی۔

''تم کہاں..... جاؤ..... اندر بیٹھو۔''

''بس چپ چاپ چلے چلیئے..... میں ایسی ڈرپوک نہیں ہوں۔''

فریدی شمشاد کی جیپ میں تھا اور خود ہی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔ شمشاد اس کے برابر بیٹھا تھا اور اس کے دونوں ملازم پچھلی سیٹ پر تھے۔

وہ پھاٹک سے گزر گئے۔ فریدی شائد اپنی گاڑی کے ٹائروں کے نشانات پر جیپ دوڑا رہا تھا۔ گاڑی تو نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

''وہ کون ہو سکتا ہے؟'' حمید بڑبڑایا۔

''خدا جانے..... لیکن وہ دھماکہ۔''

''دھوئیں کا ایک چھوٹا سا بے ضرر بم۔''

''مقصد.....؟''

''مقصد یہی کہ اسے لنکن لے بھاگنے کا موقع مل جائے۔ اگر ہم برآمدے میں نہ بیٹھے ہوتے تو شائد وہ بم نہ پھینکتا۔''

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی رہیں۔ مگر لنکن ابھی تک تو دکھائی نہیں دی تھی۔ پتہ نہیں کتنی تیز رفتاری سے لے جائی گئی تھی۔ کچے راستے کے اختتام پر جیپ رک گئی۔ حمید نے بھی اپنی گاڑی کی رفتار کم کی اور اسے جیپ کے قریب روک دیا۔

فریدی اور شمشاد کو نیچے اترتے دیکھ کر خود بھی اُترا اور ان کے قریب جا کھڑا ہوا۔ لنکن کے نشانات پکی سڑک پر دائیں جانب گھومے تھے۔ یعنی مشرق کی سمت۔

''حمید کی گاڑی میں فیول پوزیشن کیا ہے؟'' فریدی نے شمشاد سے پوچھا۔

''ٹینک فل تھا.....اور ڈگی میں بھی زائد پٹرول موجود ہے۔ میں نے کپتان صاحب کا خسارہ پورا کر دیا تھا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم جائیں گے کہاں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

''وہ کون ہوسکتا ہے۔'' حمید فریدی کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔

''تم تو باہر ہی تھے.....تم ہی بتاؤ۔''

''دھوئیں کی آڑ میں لے بھاگا۔ میں نہیں دیکھ سکا تھا؟''

''ہوگا کوئی.....لیکن وہ میری گاڑی اتنی آسانی سے تو نہیں لے جاسکتا۔ شمشاد صاحب آپ چاہیں تو واپس جاسکتے ہیں۔''

''نہیں صاحب، یہ کیسے ممکن ہے۔'' شمشاد حمید کی گاڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

''لیکن یہ بیوقوف لڑکی کیوں چلی آئی ہے۔''

فریدی نے جواب طلب نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

''میں کچھ نہیں جانتا۔ زبردستی بیٹھ گئی تھی۔''

''تم نے منع کیوں نہیں کیا.....؟''

''کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ آدھی پاگل معلوم ہوتی ہے۔ کچھ دیر پہلے مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میرا گلا گھونٹ دو اور مجھے بھی چودھری بابا کی قبر میں دفن کر دو۔''

''یہ کہہ رہی تھی۔'' شمشاد نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

''یقین کیجئے اور سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔''

''بہت چاہتی تھی چودھری صاحب کو۔'' شمشاد نے مغموم آواز میں کہا۔

''اچھی بات ہے تو میں تمہاری ہی گاڑی میں چلوں گا۔'' فریدی حمید کو مخاطب کر کے بولا۔ شمشاد کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر آئے جیسے فریدی کی بات سمجھ میں نہ آئی ہو لیکن وہ کچھ بولا نہیں تھا۔

فریدی حمید کی گاڑی میں جا بیٹھا اور اسٹیئرنگ بھی خود ہی سنبھالتے ہوئے شمشاد کو آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا۔

یہ وہی سڑک تھی جس سے وہ سعد آباد تک پہنچے تھے اور اب سعد آباد سے مشرق کی طرف سرحدی علاقے میں داخل ہو رہے تھے۔ شمشاد کی جیپ آگے تھی اور حمید محسوس کر رہا تھا کہ فریدی شمشاد سے آگے نکل جانے کی کوشش نہیں کر رہا۔

''کیا خیال ہے؟'' حمید آہستہ سے بولا۔ ''وہ عاقل خان تو نہیں ہے۔''

''میں غیب دان نہیں ہوں۔'' فریدی نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ پھر اونچی آواز میں شاہدہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ ''کیا تم عاقل خان کے بارے میں مجھے کچھ بتا سکو گی۔''

''جی نہیں! میں نے صرف اس کا نام سنا ہے۔ کبھی شکل بھی نہیں دیکھی۔''

''کیا وہ شمشاد کے بہت اہم ملازمین میں شمار کیا جاتا ہے۔''

''اہم ترین۔ شمشاد کی بہت سی زمینیں جو دوسروں کے قبضے میں تھیں محض اسی کی حکمت عملی کی بناء پر اسے واپس مل گئی ہیں۔''

''تو گویا وہ ان اطراف میں خاصی شہرت رکھتا ہے۔''

''جی ہاں۔''

فریدی نے پھر کچھ نہیں پوچھا تھا۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی رہیں کچھ دیر بعد وہ ایسے علاقے میں داخل ہوئے جہاں سڑک کی دونوں اطراف میں اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔

''کیا بارڈر تک جانے کا ارادہ ہے؟'' حمید نے تھکی تھکی سی آواز میں پوچھا۔

''ہوسکتا ہے۔''

''فرض کیجئے ہم غلط سمت جا رہے ہوں۔ اس نے ہمیں غلط راہ پر ڈالنے کیلئے کچھ زمین پر اس قسم کے نشانات ڈالے ہوں اور سڑک پر پہنچنے کے بعد مخالف سمت میں موڑ لی ہو۔''

فریدی کا جواب سننے سے پہلے ہی شاہدہ نے قہقہہ لگایا۔

''اس میں ہنسنے کی کیا ضرورت ہے؟'' حمید جھلا گیا۔

''آپ کی سادگی پر ہنسی آئی کپتان صاحب..... یا کرنل صاحب نے اس کے امکان پر پہلے ہی نظر نہ رکھی ہوگی۔''

''زیادہ قابلیت بگھارو گی تو گاڑی سے اُتار دوں گا۔''

''سچ مچ بچوں کی سی باتیں کرنے لگے آپ.....!''

اچانک فریدی نے گاڑی روک دی۔ شمشاد کی جیپ اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

فریدی کھڑکی پر جھکا ہوا بائیں جانب والی چٹانوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ حمید بھی اُدھر ہی متوجہ ہو گیا اور پھر یک بیک چونک پڑا۔ دو چٹانیں اس طرح کھڑی تھیں جیسے دو تلواریں کھڑی کر کے محراب بنائی گئی ہو۔

''کیا خیال ہے۔'' فریدی حمید کی طرف مڑ کر مسکرایا۔

''گاڑی ان چٹانوں کے درمیان سے گزر سکتی ہے دور تک راستہ ہموار نظر آ رہا ہے۔'' حمید نے کہا۔

فریدی نے گاڑی بیک کی اور پھر اسے چٹانوں کی طرف موڑ دیا۔ شمشاد کی جیپ کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

گاڑی چٹانوں کی محراب سے گزرنے لگی تو شاہدہ نے کہا۔ ''ضروری نہیں کہ وہ آپ کی گاڑی ادھر ہی لے گیا ہو۔''

اس بار حمید نے کچھ ایسے انداز میں قہقہہ لگایا کہ شاہدہ سچ مچ بگڑ گئی۔

''آپ ہنسے کیوں؟''

''تمہارے اسی احمقانہ اظہار خیال پر..... کرنل صاحب اس زمین کی مخلوق نہیں ہیں۔ بیرونی خلاء کے کسی گم نام سیارے سے ہماری زمین پر نزول اجلال فرمایا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اب تک کئی شادیاں کر چکے ہوتے۔''

''کیا بکواس ہے۔'' فریدی غرایا۔

گاڑی ڈھلان میں اُتر رہی تھی اور اب اس کے سڑک پر سے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔

''یہاں تو کسی دوسری گاڑی کے نشانات بھی نہیں دکھائی دیتے۔'' شاہدہ پھر بولی۔ وہ بہت زیادہ مضطرب نظر آ رہی تھی۔

ڈھلوان کے اختتام پر جیسے ہی راستہ بائیں جانب مڑا فریدی کی لنکن کھڑی نظر آئی۔

فریدی نے پھر گاڑی روک دی۔ حمید دروازہ کھول کر نیچے کودا۔ لنکن خالی تھی۔

فریدی اور شاہدہ بھی گاڑی سے حمید کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے لیکن فریدی بغور گردوپیش کا جائزہ لے رہا تھا۔

دفعتاً فریدی نے ان سے کہا۔ ''میرے ساتھ آؤ۔''

وہ ایک چٹان کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ دونوں نے اس کی تقلید کی۔

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے دونوں گاڑیوں پر نظر بھی رکھ سکتے تھے اور خود ان کے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔

''اب یہاں کیا کر رہے ہیں۔'' شاہدہ حمید کے کان کے قریب منہ لاکر آہستہ سے بولی۔ ''گاڑی سنبھالئے اور واپس چلئے۔''

دفعتاً فریدی نے حمید سے کہا۔ ''تم دونوں یہیں بیٹھو اور یہ لو۔''

اس نے لنکن کے مختلف خانوں کی کنجیاں اسے دی تھیں پھر حمید نے اسے دوبارہ نیچے جاتے دیکھا۔

وہ حمید کی گاڑی پر بیٹھا تھا اور اسے آگے بڑھاتا چلا گیا تھا۔ بالآخر وہ بھی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' شاہدہ بولی۔

''آہستہ..... تمہاری آواز اونچی نہ ہونی چاہئے۔ اب تم ہمارے ساتھ آنے کی سزا بھگتو گی۔''

''کک..... کیا مطلب؟''

''مطلب کشت و خون کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ شی.....!'' وہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش ہوگیا اور کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ کسی وزنی گاڑی کی آواز تھی جو بتدریج قریب ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے شمشاد کی جیپ وہیں آرکی جہاں لنکن کھڑی تھی وہ اور اس کے ساتھی جیپ سے کودے اور لنکن کے قریب پہنچ گئے۔ شمشاد نے گاڑی میں سر ڈال کر کچھ دیکھا تھا اور پھر جیپ کی طرف پلٹ گیا تھا۔

وہ تینوں دوبارہ جیپ میں بیٹھے اور جیپ بھی ادھر ہی چل دی جدھر فریدی گیا تھا۔

حمید نے طویل سانس لی۔

دیوتا خاک پر

''آپ بتاتے کیوں نہیں کہ یہ سب کیا ہورہا ہے۔'' شاہدہ اسکا شانہ جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

حمید نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔لیکن کچھ بولا نہیں۔سوچ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔'' لنکن کی کنجیاں فریدی اسے دے گیا تھا۔ مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا کہ ضرورت پڑنے پر وہ اپنی عقل استعمال کر سکے۔

دفعتاً اس نے شاہدہ سے کہا۔''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا کیا کروں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اب جو کچھ ہونیوالا ہے.....وہ کم از کم شوقیہ ایڈونچررز کے بس کا روگ نہیں ہوگا۔''

''میں کچھ نہیں سمجھی۔''

''آپ کے چودھری بابا اعلیٰ پیمانے پر کشت وخون کرنے والے ہیں۔''

''کک.....کیسے.....؟''

''میرا دعویٰ ہے کہ لنکن وہی لے بھاگے تھے۔''

''نہیں..... یہ ناممکن ہے؟''

''دیکھ لینا..... جاسوسی ناول پڑھ پڑھ کر سراغ رساں بن بیٹھنے والے ایسی ہی حماقتیں کرتے ہیں۔''

''آپ ان کی شان میں گستاخی کررہے ہیں۔'' شاہدہ بگڑ گئی۔

''میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں.....تم یہیں ٹھہرو.....میں جارہا ہوں۔''

''یہ ناممکن ہے.....میں بھی چلوں گی۔ اگر وہ چودھری بابا ہیں تو میں یہاں بیٹھ کر تمہاری واپسی کا انتظار نہیں کرسکتی۔''

''ارے تو وہ بھی یہیں کہیں ہوں گے۔ لنکن یہاں چھوڑ کر پیدل نہ گئے ہوں گے۔''

''کچھ بھی ہو..... میں بھی چلوں گی۔''

''اللہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کیا مطلب.....؟''

ابھی تک مجھے شادی کی توفیق نہیں دی۔

''باتیں نہ بنائیے چلئے۔ میں بھی خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ کرنل صاحب اکیلے گئے ہیں۔''

''وہ دونوں چٹانوں سے نیچے اُترے اور لنکن میں جا بیٹھے۔ حمید نے بڑی پھرتی سے اپنی طرف کے دروازے کا خانہ کھول کر ٹامی گن نکالی تھی اور اسے گود میں رکھتے ہوئے شاہدہ سے کہا'' آج تمہیں شائد ایڈونچر کا عملی تجربہ ہو جائے۔ ابھی تک تو صرف خواب دیکھے ہوں گے۔''

''آپ نے کس نے بناء پر کہا تھا کہ چودھری بابا گاڑی لے بھاگے تھے؟''

''پھر کان کھانے لگیں خود دیکھ لینا۔''

شاہدہ کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ حمید نے اسے کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اس جگہ سے ہٹتے ہی حمید نے محسوس کیا کہ لنکن وہیں کیوں چھوڑ دی گئی تھی۔ راستہ ایسا تھا کہ جیپ کے علاوہ اور کسی گاڑی کا ادھر سے گزرنا ناممکن ہی تھا۔

گاڑی کو دوبارہ بیک کر کے اسی جگہ پر واپس لانا پڑا۔ اب سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔ ٹامی گن ایک طرف رکھ کر باہر نکلا دوسرے دروازے کا خانہ کھولا اور جیکٹ نکالی جس کے استر میں ریوالور کے کارتوس لگے ہوئے تھے۔

جیکٹ پہن کر باہر نکلا اور شاہدہ سے بھی اترنے کو کہا۔

''ہمیں پیدل ہی چلنا پڑے گا'' اس نے ٹامی گن اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔

''مگر کچھ کیجئے بھی تو.....!'' وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

''تم آخر یہیں کیوں نہیں ٹھہرتیں۔''

''میں کہہ چکی ہوں کہ یہ ناممکن ہے۔''

دفعتاً دور سے کئی فائروں کی آوازیں آئیں اور وہ دونوں چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ دوسری بار حمید سمت کا تعین کر سکا اور پھر اس نے بے تحاشہ اسی سمت دوڑ لگائی تھی۔ مڑ کر

یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ اس کے پیچھے آ رہی ہے یا نہیں۔

ٹامی گن بغل میں دبائے دوڑا جا رہا تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد اسے اپنی گاڑی دکھائی دی جو راستے سے ہٹ کر ایک چٹان کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ جھپٹ کر اسکے قریب پہنچا۔ آس پاس نظر دوڑائی لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پھر آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ شاہدہ بھی پہنچ گئی۔

''اچھی بات ہے.....آؤ۔'' حمید بھنا کر بولا۔

کچھ دور چلنے کے بعد پھر رکنا پڑا کیونکہ شمشاد کی جیپ بھی کھڑی نظر آئی تھی لیکن وہ اور اس کے ساتھی غائب تھے۔

اس جگہ سے فائروں کی آوازوں کا رخ بدلا ہوا لگا تھا۔ وہ بائیں جانب کے تنگ سے درے میں داخل ہو گیا۔

شاہدہ اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ حمید کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کو کسی اونچی چٹان سے نیچے پھینک دے۔ پچھلی زندگی میں کوئی ایسا موقع یاد نہ آیا کہ جب کسی لڑکی پر اس شدت سے جھلایا ہو۔

وہ پھر کھلے میں نکل آئے۔ لیکن اب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرف جائے۔ فائروں کی آوازیں اب نہیں سنائی دے رہی تھیں۔

''پتہ نہیں.....کہاں کیا ہو رہا ہے؟'' شاہدہ بڑبڑائی۔

اچانک پھر تین فائر ہوئے۔ یہ اتنے قریب کے تھے کہ حمید کو بڑی پھرتی سے ایک پتھر کی اوٹ لینی پڑی تھی۔ پھر وہ دانت پیس کر بولا۔ ''اب بتاؤ! میں تمہیں کوٹ کی جیب میں رکھوں یا پیس کر پی جاؤں۔''

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ مشکلات میں پڑ کر آپ جیسے مرد عورتوں سے بدتر ہو جاتے ہیں۔'' وہ ہانپتی ہوئی بولی اور پھر اس نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی تھی۔

اس ریمارک پر حمید بور ہو کر خاموش ہی ہو گیا۔ فائر ہوتے رہے۔ گولیاں ان کے سروں پر سے گزر رہی تھیں لیکن فائر کرنے والے نظر نہیں آ رہے تھے۔

ان کی دونوں جانب اونچی اونچی چٹانیں تھیں اور دونوں ہی اطراف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا مقابلہ.....فریقین ایک دوسرے پر گولیاں برسا رہے تھے لیکن

اندازہ لگانا محال تھا کہ وہ کون ہوں گے۔

شمشاد اور لنکن لے بھاگنے والے کے درمیان بھی ٹھن سکتی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا۔ ممکن ہے فریدی بھی فی الحال محض ایک تماشائی کی حیثیت سے حالات کا جائزہ لے رہا ہو۔

''کچھ کیجئے!'' شاہدہ مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔

''چپ چاپ بیٹھی رہو۔''

''میرا دعویٰ ہے کہ کرنل صاحب خطرے میں ہیں۔'' شاہدہ نے کہا۔

''کیا تم بتا سکو گی کہ کرنل صاحب کس طرف ہوں گے۔''

''نہیں.....؟''

''تو کیا میں پھر کھلے میں نکل کر ناچنا شروع کردوں۔''

شاہدہ پھر کچھ کہنے والی تھی کہ اچانک بائیں جانب سے ایک چیخ فضا میں اُبھری اور کوئی اوپر سے لڑھکتا ہوا ایک بڑے سے پتھر کی اوٹ میں جا گرا۔

''پپ پتہ نہیں کون ہے۔'' شاہدہ ہکلائی۔

حمید کچھ نہ بولا۔ اس نے گرنے والے کی بس ایک جھلک دیکھی تھی۔ دائیں جانب سے پھر فائر ہوئے اور اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

اب حمید دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ دائیں جانب کی چڑھائی سے تین آدمی نیچے اُتر رہے تھے۔ اس نے انہیں خاصے فاصلے سے بھی پہچان لیا۔ یہ شمشاد اور اس کے دونوں ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے تھے۔ شمشاد کے ہاتھ میں رائفل تھی۔

وہ دوڑتے ہوئے اس پتھر کے قریب جا پہنچے جسکی دوسری طرف غالبًا انہی کا شکار گرا تھا۔

''چلو.....!'' حمید شاہدہ کو دوسری طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ ''باہر نکل کر اسے آواز دو..... بلکہ دوڑتی ہوئی اس کی طرف جاؤ۔''

''کک.....کیوں.....؟''

''کام بتایا تو ہکلانے لگیں بی شیرنی۔''

''اچھا.....!'' کہتی ہوئی وہ اچھل کر پتھر کی اوٹ سے نکل گئی اور حلق پھاڑ پھاڑ کر شمشاد کو آوازیں دینے لگی۔

شمشاد مڑا تھا اور پھر اپنے دونوں ساتھیوں سمیت دوڑ لگائی تھی۔ ان کا رخ تبدیل ہوتے ہی حمید نے بھی اپنی پوزیشن بدل لی۔

شمشاد رائفل کی نال شاہدہ کے سینے پر رکھتا ہوا دہاڑا۔ ''بتاؤ.....شیر علی کہاں ہے؟''

''انکل، انکل یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''بکواس بند کرو......اس کی قبر میں پلاسٹک کا ایک مجسمہ دفن کیا گیا تھا۔''

ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور شمشاد کے ہاتھ سے رائفل چھوٹ پڑی۔

اسکے بعد حمید نے اپنی پھرتی دکھائی تھی۔ ٹامی گن سنبھالے ہوئے اسکے سامنے آ گیا۔

''خبردار.....کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے۔''

تینوں نے بے ساختہ ہاتھ اٹھا دیئے اور شاہدہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔

''آپ مجرموں کی حمائت کرر ہے ہیں۔'' شمشاد غرایا۔

''وہ کس طرح جناب عالی!'' حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''میں بتاتا ہوں۔'' دفعتاً بائیں جانب سے آواز آئی۔ فریدی اس پتھر کی اوٹ سے باہر آ رہا تھا جس کے پیچھے شمشاد کا شکار گرا تھا۔

شمشاد کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

فریدی نے قریب پہنچ کر تینوں کی جامہ تلاشی لی۔ شمشاد کے ساتھیوں سے خنجر برآمد ہوئے اور شمشاد سے اعشاریہ تین دو کا پستول۔

''آپ لوگ میری بات نہیں سن رہے.....پچھتانا پڑے گا۔'' شمشاد نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تم نے مجھ پر کیوں فائرنگ کی تھی۔'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''محض غلط فہمی کی بناء پر۔''

''میں نے آواز دے کر تمہیں آگاہ بھی کر دیا تھا۔''

''میں نے آواز نہیں سنی تھی.....میں سمجھا تھا وہی ہے جو آپ کی گاڑی لے بھاگا تھا۔''

''کچھ اندازہ ہے کون لے بھاگا ہوگا۔''

''آپ چودھری شیر علی کی حویلی میں مقیم تھے۔ میں کیا بتا سکتا ہوں۔ لیکن اتنا ضرور

جانتا ہوں کہ وکیل شاہد عزیز نقلی ڈاڑھی لگائے پھرتا تھا اور شیر علی کی قبر میں انہی کا ہم شکل پلاسٹک کا مجسمہ دفن کیا گیا تھا۔''

دفعتاً شاہدہ داہنی جانب دیکھ کر چیخی۔ ''بابا.....!''

جس تنگ سے درے سے گزر کر وہ دونوں کچھ دیر پہلے یہاں پہنچے تھے اسی سے ایک بوڑھا آدمی برآمد ہوا تھا۔ قابل رشک حد تک توانا اور صحت مند تھا۔ شاہدہ اس کی طرف تیزی سے بڑھی تھی اور اسکے شانے سے لگ کر کسی ننھی سی بچی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

حمید نے اس موقع پر خود کو بڑی مشکل سے سنبھالا۔ ورنہ شائد ٹامی گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی ہوتی۔

''اچھا تو خود..... یہی حضرت تھے۔'' شمشاد نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''کرنل صاحب چودھری شیر علی خان سے ملئے.....اور ان سے پوچھئے کہ یہ ڈرامہ کیوں اسٹیج کیا گیا تھا۔''

بوڑھے نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے شاہدہ کو الگ ہٹایا اور پُر وقار انداز میں چلتا ہوا قریب آ گیا۔

''ہاں.....کرنل کی گاڑی میں ہی لے نکلا تھا۔'' اس نے گونجیلی آواز میں کہا۔ ''اس لئے کہ میں اس طرف ان کی رہنمائی کرنا چاہتا تھا۔''

''میں کہتا ہوں اس شخص کو قابو میں کیجئے۔'' شمشاد نے فریدی سے کہا۔ ''ورنہ ہم سب کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔''

''خوب.....!'' بوڑھا دفعتاً مسکرا کر بولا۔ ''ایسی سینہ زوری کی مثال شائد کہیں نہ مل سکے۔''

''اب مجھ سے صاف صاف سنئے۔'' شمشاد نے غصیلے لہجے میں فریدی سے کہا۔ ''میرا منیجر عاقل خان بھی اس کے ساتھیوں میں سے ہے۔''

''ہے نہیں بلکہ تھا۔ شمشاد صاحب۔'' بوڑھے نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ ''اور سچ مچ وہ میرا ہی ساتھی تھا۔ اسی نے تمہاری غیر قانونی حرکتوں کی اطلاع مجھ تک پہنچائی تھی.....لیکن بیچارہ۔''

''آپ سن رہے ہیں۔'' شمشاد نے پھر فریدی کو مخاطب کیا۔

بوڑھے نے اپنی جیب سے ایک تصویر نکالی اور حمید کے قریب پہنچ کر بولا۔ ''ذرا اسے تو دیکھنا کیا تم اسے پہچانتے ہو۔''

حمید چونک پڑا۔ یہ تصویر اس آدمی کی تھی جس کی لاش اس نے شمشاد کی حویلی میں دیکھی تھی اور جسے بعد میں جلا کر ناقابل شناخت بنا دیا گیا تھا۔

''یہ وہی ہے جس کی لاش میں نے شمشاد کی حویلی میں دیکھی تھی۔''

''یہ عاقل خان کی تصویر ہے.....!'' بوڑھے نے کہا۔

اچانک شمشاد نے ان دونوں پر چھلانگ لگائی لیکن فریدی غافل نہیں تھا۔ اس نے اسے درمیان ہی سے روک کر دوسری طرف اچھال دیا تھا۔

وہ دوبارہ اٹھا اور دیوانوں کے سے انداز میں فریدی پر ٹوٹ پڑا۔

''تم دونوں اپنی جگہ سے ہلے بھی تو دھجیاں اڑ جائیں گی۔'' حمید نے شمشاد کے ساتھیوں کو وارننگ دی۔

شمشاد پاگلوں کی طرح لڑ رہا تھا۔ بھیڑیئے کی طرح غرا رہا تھا۔ جسمانی قوت میں کم نہیں معلوم ہوتا تھا اور اب حمید کو اندازہ ہوا کہ اپنی حویلی میں اس نے محض اداکاری کی تھی۔ یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی والے آدمیوں میں سے نہیں ہے اس لئے اتنی آسانی سے زیر ہو گیا تھا۔ اچانک وہ اپنی رائفل پر جا گرا۔ پھر اُٹھا تو رائفل اس کے ہاتھ میں تھی۔

''رائفل زمین پر ڈال دو۔'' حمید دہاڑا۔

لیکن اس نے تو رائفل لٹھ کی طرح چلائی تھی۔ فریدی اچھل کر پیچھے ہٹا اور شمشاد اپنے ہی زور میں رائفل سمیت منہ کے بل زمین پر چلا آیا۔

پھر دوبارہ اٹھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ فریدی نے گرتے ہی سر پر ٹھوکر بھی رسید کی تھی۔

اس کے دونوں ساتھیوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے گئے۔ وہ بالکل خاموش تھے۔

''آپ کو اپنی پوزیشن صاف کرنی ہے چودھری صاحب۔'' فریدی نے شیر علی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''یقیناً میں آپ کو مطمئن کر دوں گا۔''

حمید نے ٹامی گن فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''اسے سنبھالئے.....میں چلا۔''

''کہاں.....؟''

''افق کے اس پار..... جہاں اس قسم کے فراڈ نہ ہوتے ہوں.....اور اس لڑکی سے تو خدا ہی سمجھے گا۔'' بوڑھے نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا ہی تھا کہ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔''بس آپ کچھ نہ فرمائیے گا۔''

''کیوں برخوردار.....!''

''شیر علی خان کی کہانی آپ نے کس سے سنی تھی؟''

''اچھا..... سمجھا۔ یقین کرو کہ تم میرے بھانجے ہو اور میرے مرنے کے بعد ہی تمہیں اسکی اطلاع ملتی اگر اس فتنے کا خاتمہ نہ کرنا ہوتا۔ اب آؤ..... میرے سے لگ جاؤ میرے بچے۔''

''لاحول ولا قوۃ.....!'' حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔''کیا میں کوئی روائتی فلم دیکھ رہا ہوں۔ اس نے ٹامی گن فریدی کو تھمائی تھی اور بیہوش شمشاد کے پاس جا بیٹھا تھا کیونکہ اسے اس کے ہاتھوں میں جنبش سی نظر آئی تھی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شمشاد اُٹھ بیٹھا۔ حمید اس کا داہنا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے چیخا۔''یہ کچھ کھا لینے کی کوشش کر رہا تھا۔''

حمید سے اپنا ہاتھ چھڑانے کیلئے وہ بائیں ہاتھ سے اس پر گھونسے برسائے جا رہا تھا۔

فریدی تیزی سے آگے بڑھا اور ٹامی گن ایک طرف پھینک کر شمشاد کی مٹھی کھولنے لگا۔ مٹھی سے سفید رنگ کی ایک ٹکیہ برآمد ہوئی تھی۔ شمشاد ایک بار پھر فریدی سے لپٹ پڑا اور حمید نے جھپٹ کر ٹامی گن اٹھا لی۔

''فائر کر دینے کی دھمکی کارگر نہیں ہوگی۔'' فریدی ہنس کر بولا۔''یہ اب مرنا ہی تو چاہتا ہے۔''

پھر بڑی دشواری سے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے گئے تھے۔ وہ بالکل خاموش تھا اور بڑی خونخوار نظروں سے ایک ایک کو دیکھے جا رہا تھا۔

پھر چودھری شیر علی خان ان قیدیوں سمیت انہیں اپنی ایک کمین گاہ تک لے گیا۔ یہاں اس کے دو مسلح آدمی موجود تھے۔ قیدیوں کو ان کی تحویل میں دیتے ہوئے اس نے شاہدہ سے کہا۔''تم بھی یہیں ٹھہرو گی۔''

''لل..... لیکن.....!''

''ضد نہیں..... جو کہہ رہا ہوں وہی کرو۔''

شاہدہ بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہوگئی۔ پھر اس کے بعد وہ فریدی اور حمید کو ساتھ لے کر اس جگہ پہنچا جہاں شمشاد کی جیپ کھڑی تھی۔ یہاں سے وہ مغرب کی جانب پیدل روانہ ہوئے۔ ہموار راستہ اتنا کشادہ نہیں تھا کہ اس پر گاڑی چل سکتی۔

چودھری شیر علی فریدی سے کہہ رہا تھا۔ ''شمشاد ذی اثر آدمی ہے۔ اگر میں اس کے خلاف شبہ بھی ظاہر کرتا تو خود کسی بڑی مصیبت میں پڑ جاتا۔ لہٰذا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ شاہد عزیز نے اس کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی تھی اسی دوران میں ہم پر حملے شروع ہو گئے۔ شاہد عزیز نے اسی وجہ سے اپنی ڈاڑھی مونچھیں صاف کرادی تھیں اور مختلف قسم کے میک اپ میں رہنے لگا تھا۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ پہلے تو شمشاد پڑوسی ملک سے صرف اسمگلنگ کا کاروبار کرتا رہا تھا لیکن پھر جب اس نے اس ملک کے لئے جاسوسی شروع کردی تو اس کا منیجر عاقل خان اس سے بددل ہوگیا اس سلسلے میں اس نے مجھے اور شاہد عزیز کو راز دار بنایا۔ شاہد عزیز نے اسی کی مدد سے وہ فلم تیار کی تھی جو آپ نے میری زیرزمین تجربہ گاہ میں پروجیکٹر پر دیکھی تھی اور اب میں آپ کو اسی راستے پر لے چل رہا ہوں۔''

''کیا آپ کو علم تھا کہ وہ لاش عاقل خان ہی کی تھی۔'' فریدی نے پوچھا۔

''نہیں.....آپ نے شادو کا کیمرہ لے کر اس میں سے جو ریل نکالی تھی اسے تہہ خانے ہی میں تو ڈیولپ کیا تھا اور خشک ہونے کے لئے اسے وہیں چھوڑ گئے تھے۔ پھر جب آپ اوپر چلے گئے تھے تو میں نے لاش والی تصویر کا انارجمنٹ تیار کیا تھا اس طرح مجھے معلوم ہوا کہ وہ عاقل خان ہی کی لاش تھی۔ میرا خیال ہے کہ شمشاد نے عاقل خان پر تشدد کر کے یہ بات معلوم کی ہوگی کہ شاہد عزیز نے کوئی فلم تیار کی ہے۔ اس کے بعد اسے مار ڈالا ہوگا۔''

''لیکن لڑکا کہہ رہا تھا کہ عاقل خان.....!'' حمید بولا ہی تھا کہ شیر علی نے بات کاٹ کر کہا۔ ''سنتے جاؤ! ادھر ہی آ رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے عاقل خان نے اسے میری حویلی کی نگرانی پر آمادہ کیا ہو۔ لیکن غلط فہمی کی بناء پر وہ میرے ہی ہاتھوں زخمی ہوگیا۔ بہرحال شمشاد کی زبانی یہ سن کر کہ وہ ان واقعات کا ذمہ دار عاقل خان کو ٹھہرا رہا ہے میں نے ہینڈ گرنیڈ سے ایک دھماکہ کیا اور آپ کی گاڑی لے بھاگا..... میں جانتا تھا کہ آپ لوگ میرے پیچھے دوڑیں گے اور شمشاد آپ کا ساتھ دے گا۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ لوگوں پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کرے

گا۔ اس طرح رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جائے گا۔"

"پیارے ماموں جان..... مجھے بھی کچھ عرض کرنے دیجئے۔" دفعتاً حمید بولا۔

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو.....؟"

"اگر وہ ہم دونوں کو ٹھکانے لگا ہی دیتا تو کیا ہوتا۔"

"برخوردار میں غافل تو نہیں تھا۔ میں تو اتنی بلندی پر تھا کہ تم سب مجھے صاف نظر آ رہے تھے لیکن جب کرنل چیخ مار کر لڑھکتے ہوئے نیچے آئے تھے میں یہی سمجھا کہ خدانخواستہ..... بخدا میں نے ایسی کامیاب اداکاری کبھی نہیں دیکھی.....!"

"لیکن آپ کو اس کا حق کیسے پہنچتا ہے کہ ہینڈ گرنیڈ وغیرہ رکھ سکیں۔"

"بیٹے میں ایکس ملٹری آفیسر بھی ہوں اور سرحد کی حفاظت کے لئے بہت کچھ اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ باقاعدہ اجازت نامہ موجود ہے میرے پاس۔"

"فضول باتوں میں نہ الجھاؤ۔" فریدی نے حمید کو ٹوکا۔

"خیر خیر..... اب میں اس کا طریق کار آپ کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کروں گا۔" شیر علی نے فریدی سے کہا۔ "ڈیڑھ سو سال گزرے ان اطراف میں ایک ڈاکو زین خان ہوا کرتا تھا۔ دن میں ذی حیثیت لوگوں کو لوٹتا تھا اور رات کے اندھیرے میں مفلوک الحال افراد کی مدد کیا کرتا تھا۔ اس لئے غریبوں میں رات کا دیوتا کہلانے لگا تھا۔ جب انگریزوں کے ہاتھوں شکست کھا کر مارا گیا تو ان اطراف کے غریبوں نے برسوں اس کا سوگ منایا تھا۔ پھر کسی بت تراش نے ایک بہت بڑی چٹان سے اس کا بت تراشا..... وہ بت آپ شاہد عزیز والی فلم میں دیکھ چکے ہیں۔ اسی بت کے نیچے سے ایک خفیہ راستہ پڑوسی ملک تک جاتا ہے۔ آج کل اس کا علم شمشاد کے گروہ کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں۔ ہاں تو اسی رات کے دیوتا کے مقابل انہوں نے "ریت کا دیوتا" تخلیق کیا، جو "پاسورڈ" کی حیثیت سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ عاقل خان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ گروہ میں شمشاد کی کیا حیثیت ہے..... ہاں..... بس ادھر آ جائیے بائیں جانب۔"

ہموار راستہ چھوڑ کر وہ بائیں جانب والی ایک پتلی سی دراڑ میں داخل ہوئے جس کا اختتام ایک غار کے دہانے پر ہوا تھا۔ شیر علی خاں نے دیا سلائی کھینچی اور ہلکی سی روشنی آس

پاس پھیل گئی۔ پھر اس نے دو مومی شمعیں روشن کی تھیں۔ یہاں انہیں واٹر کول انجن والی گیارہ موٹر سائیکلیں نظر آئیں۔ اس کے بعد کسی گوشے سے اس نے خاکی رنگ کی کچھ ٹوپیاں نکال کر ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ''اپنے سائز کی منتخب کر لیجئے۔'' تھوڑی دیر بعد وہ تین موٹر سائیکلیں دھکیلتے ہوئے مسطح راستے کی طرف چلے جا رہے تھے۔ خاکی ٹوپیوں نے ان کے چہرے بھی ڈھک لئے تھے۔ صرف آنکھیں سوراخوں سے جھانک رہی تھیں۔ راستے پر پہنچ کر وہ موٹر سائیکلوں پر بیٹھے اور سفر پھر شروع ہو گیا۔ یہ راستہ اتنا کشادہ بھی نہیں تھا کہ دو موٹر سائیکلیں برابر سے چل سکتیں۔

چودھری شیر علی کی گاڑی آگے تھی۔ پندرہ یا بیس منٹ چلنے کے بعد اچانک ایک جگہ ایک آدمی رائفل تانے ہوئے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ''ریت کا دیوتا'' شیر علی نے بدلی ہوئی آواز میں چیخ کر کہا اور اس نے ایک طرف ہٹ کر انہیں سلامی دی۔ موٹر سائیکلیں آگے نکلی چلی گئیں۔

اسی طرح مزید دو جگہ روکے گئے اور پاسورڈ ''ریت کا دیوتا'' انہیں آگے بڑھاتا رہا۔ حتیٰ کہ ''رات کے دیوتا'' کے بت تک آ پہنچے۔ موٹر سائیکلیں روکی گئیں اور شیر علی خان نے اس جگہ تک ان کی رہنمائی کی جہاں سے خفیہ راستہ دوسرے ملک تک جاتا تھا۔

یہاں ایک بڑے غار میں انہیں بہت سا تجارتی سامان دکھائی دیا جس کی نگرانی چار آدمی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''ایک زندہ مال بھی ہے صاحب۔''

''لاؤ.....؟'' شیر علی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اس پر ایک آدمی اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ شیر علی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

''کاغذات.....!'' باہر نکل کر اس نے اجنبی سے کہا اور اجنبی نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

واپسی کے سفر میں اجنبی اس کی موٹر سائیکل کے کیریئر پر بیٹھا تھا۔

دن رہے ہی وہ اس جگہ واپس آ گئے جہاں شمشاد اور اس کے ساتھی قیدیوں کی حیثیت سے بندھے پڑے تھے۔

''ثبوت مکمل ہو چکا ہے شمشاد صاحب۔'' شیر علی نے زہر آلود لہجے میں کہا۔ ''یہ دیکھئے

ایک زندہ مال بھی ہاتھ لگا ہے۔"

شمشاد حلق پھاڑ پھاڑ کر اسے گالیاں دینے لگا۔ اسی دوران میں اس زندہ مال کے ہاتھ پیر بھی باندھ دیئے گئے۔

"ہاں تو کرنل صاحب۔" شیر علی نے فریدی سے کہا۔ "یہ زندہ مال اسی ملک کا جاسوس ہے جو شمشاد صاحب کے ذریعے ہمارے یہاں کھپایا جاتا۔ اس کا طریقہ شمشاد صاحب ہی بتائیں گے۔ اب تک تقریباً سوا سے جاسوس اس وطن فروش کے توسط سے اندرون ملک پہنچ چکے ہیں۔ یہ لیجئے اس کے کاغذات جو یہ شمشاد کے لئے لایا تھا۔"

دوسرے دن جب فورس کے ساتھ اس جگہ پر چھاپا مارا گیا تو شاہدہ بھی ان کے ہمراہ تھی۔ وہاں سے پندرہ آدمی گرفتار کئے گئے اور لاکھوں کا مال ہاتھ آیا جو پڑوسی ملک سے اسمگل کیا گیا تھا۔

شاہدہ نے حمید سے کہا۔ "آپ تو شدت سے بور ہو رہے ہوں گے لاکھوں کی جائیداد کے مالک ہوتے ہوتے رہ گئے۔"

فریدی حمید کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور حمید تڑ سے بولا۔ "آخر کس کس کی جائیدادیں سمیٹتا پھروں گا۔ کرنل صاحب اسی ڈر سے شادی نہیں کرتے کہ اگر کوئی وارث پیدا ہوگیا تو بیچارہ حمید ان کی جائیداد کا مالک کیسے بنے گا..... اور میرے ساتھ یہ پرابلم ہے کہ میں اپنا وارث کسے بناؤں گا کیونکہ ابھی تک لاولد ہوں اور مرتے دم تک لاولد رہنے کا ارادہ ہے۔"

"کیوں بکواس کررہا ہے۔" شیر علی آنکھیں نکال کر بولا۔

حویلی میں واپس آکر جب وہ شام کی چائے پی رہے تھے شیر علی نے فریدی کو مخاطب کر کے کہا۔ "آپ نے مجھے تہہ خانے میں ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی۔"

"تلاش کر کے نظر انداز کر دیا تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اسلئے کہ میں آپ کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ آپ نے تہہ خانے کے نیچے بھی تہہ خانے بنوائے ہیں۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی نہیں۔ بہرحال آپ کو عدالت میں جواب دہی کرنی پڑے گی کہ آپ نے براہِ راست انتظامیہ کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے یہ ڈرامہ کیوں کیا؟"

"میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کروں گا۔ پھر کہتا ہوں کہ اگر میں باضابطہ طور

پر کوئی کارروائی کرتا تو آپ لوگ شمشاد پر ہاتھ نہ ڈال سکتے۔''

''عاقل خان کے علاوہ اور کسی کے پاس اس کے خلاف ثبوت نہ تھا اور آپ نے دیکھا کہ اس نے اسے کس طرح ٹھکانے لگا دیا۔ نہ صرف ٹھکانے لگا دیا بلکہ آپ لوگوں کو ایسی راہ پر ڈالنے کی کوششیں کر ڈالیں کہ آپ زندگی بھر عاقل خان کو تلاش کرتے ہی رہ جاتے۔''

''پلیز..... پلیز.....!'' شاہدہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ ''اس مہم کو سر کرنے کا سہرا صرف میرے سر ہے..... اگر میں اس لاش کی تصویر نہ لے لیتی تو آپ عاقل خان کو تلاش ہی کرتے رہ جاتے۔''

''یہ بات تو ہے.....!'' فریدی نے اعتراف کیا۔

''ایک بار پھر مرد بن کر دکھا دو۔'' حمید گھگھیایا اور شیر علی خان شاہدہ کی طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔

تمام شد